ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

اکتوبر 2018ء - محرم الحرام 1440ھ (جلد 16 شمارہ 01)

جلد 16 شمارہ 01

اکتوبر 2018ء - محرم الحرام 1440ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ.................... 25 روپے

سالانہ.................... 300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
چوہدری طارق محمود بابر
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال............ہمارے اوقات میں برکت کیوں نہیں؟..........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن(سورہ بقرہ: قسط168)....دنیا میں دوبارہ زندہ کرنے کی قدرتِ الٰہی کا واقعہ...// // 7

درسِ حدیث ...بحالتِ ایمان فوت ہونے پر شفاعتِ نبی کا حصول (قسط9)...// // 15

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

قضاءِ حاجت میں استقبال واستدبار کے متعلق شاہ ولی اللہ کا موقف........مفتی محمد رضوان 18

افادات وملفوظات...// // 34

اچھے برے خواب کے متعلق نبی علیہ ﷺ کی ہدایت......................مولانا شعیب احمد 39

ماہِ رمضان: نویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.............مولانا طارق محمود 42

علم کے مینار: .... امام ابوحنیفہ کے تلامذہ اوران کے

مختصر حالات (آخری حصہ)...مفتی غلام بلال 44

تذکرۂ اولیاء:............حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حِلم اور تحمل............مفتی محمد ناصر 47

پیارے بچو!.........................غلطی کا اقرار کرنا................مولانا محمد ریحان 51

بزمِ خواتین .....شہادت اور گواہی میں خواتین کے اختیارات..........مفتی طلحہ مدثر 53

آپ کے دینی مسائل کا حل... مجالسِ ذکر واجتماعی ذکر پر ایک نظر.....ادارہ 51

کیا آپ جانتے ہیں؟.................. کھانا پکانے

(Cooking) کے آداب (تیسری وآخری قسط)...............................مفتی محمد رضوان 76

عبرت کدہ ......فرعون کے حضرت موسیٰ پر اعتراضات.........مولانا طارق محمود 79

طب وصحت......................حلق کے امراض کی تشریح اوران میں

''قسط'' کے فوائد...حکیم مفتی محمد ناصر 82

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز.............................// // 88

اخبارِ عالم ......قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........مولانا غلام بلال 90

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

ہمارے اوقات میں برکت کیوں نہیں؟

پہلے زمانے میں ایسے بہت سے کام اپنے ہاتھ، پاؤں وغیرہ سے کرنے پڑتے تھے، جو آج مشینوں کے ذریعہ سے انجام پا رہے ہیں، اور پہلے وقتوں میں ان کاموں کی انجام دہی میں بہت وقت خرچ ہوتا تھا، لیکن اس کے باوجود اس زمانے میں لوگوں کی زندگی اور اوقات میں برکت تھی۔

آج جدید ٹیکنالوجی کے دور میں ہمارے بے شمار کام کاج مشینوں کے ذریعہ سے برق رفتاری کے ساتھ انجام پانے کے باوجود نہ تو ہماری زندگیوں میں برکت دکھائی دیتی ہے، اور نہ ہی کاموں میں۔

پہلے زمانہ میں عام طور پر گندم کا آٹا گھروں میں ہی چکی کے ذریعہ سے پیسا جاتا تھا، لیکن اب بازار سے پسا ہوا آٹا ملتا ہے، پہلے زمانہ میں بازار سے چاول خریدنے کے بجائے گھر میں مونجی لاکر اس کو چکی پر پسوایا جاتا تھا، اور اب تیار شدہ چاول اپنی مرضی کے بآسانی خرید لیے جاتے ہیں، پہلے زمانہ میں گھروں میں ہی کھانا تیار کرنے سے پہلے مسالہ پیسا جاتا تھا، جس میں مرچ، ہلدی، وغیرہ سب کو پیسنا پڑتا تھا، لیکن اب اس طرح کی چیزیں بازار سے پسی ہوئی بآسانی حاصل کرلی جاتی ہیں۔

پہلے زمانہ میں کپڑے ہاتھ سے دھوئے جاتے تھے، خاص خاص لوگ رؤساء وغیرہ ہی خاندانی دھوبیوں سے دھلواتے تھے، اور کپڑوں کی دھلائی کا عمل بڑی محنت اور جدوجہد کا شمار ہوتا تھا، لیکن آج کے دور میں مشین سے بآسانی دھولیے جاتے ہیں۔

پہلے زمانے میں پانی کو نلکے (ہینڈ پمپ) یا کنویں وغیرہ سے کھینچ کر حاصل کیا جاتا تھا، اور نل یا کنویں بھی گھر گھر میں اور ہر جگہ نہیں ہوتے تھے، بلکہ خاص خاص جگہوں میں ہوتے تھے، جس کی وجہ سے پانی حاصل کرنے کے لیے بڑی جدوجہد اور مشقت برداشت کرنی پڑتی تھی، لیکن آج کے زمانہ میں بجلی اور موٹر وغیرہ کے ذریعہ سے یا سرکاری لائنوں سے پانی بآسانی حاصل ہوجاتا ہے۔

www.idaraghufran.org

پہلے زمانے میں عام طور پر آمدورفت پیدل ہوتی تھی، اوراس میں بہت زیادہ وقت صرف ہوجایا کرتا تھا، لیکن اب آمدورفت اورسفرواسفار کے مختلف تیز رفتار ذرائع میسر ہیں، جن کے ذریعے تھوڑے وقت میں دوردراز کا سفر غیر معمولی تھکاوٹ ومشقت کے بغیر طے کرلیا جاتا ہے۔

پہلے زمانے میں کسی دور کے شخص سے کوئی بات کرنی ہو، تو اس کے پاس خود چل کر جانا پڑتا تھا، یا کسی کو بھیجنا پڑتا تھا، جس میں بہت وقت خرچ ہوجاتا تھا، لیکن آج کے دور میں اس کے بجائے ٹیلی فون، نیٹ فون وغیرہ کے ذریعہ سے دوردراز بیٹھے ہوئے شخص سے بآسانی رابطہ کرکے ذرا سی دیر میں یہ مقصد پورا کرلیا جاتا ہے، پہلے زمانہ میں پیشاب، پاخانہ کی ضروریات کے لیے گھروں سے باہر دور جانا پڑتا تھا، اسی طرح کھانا وغیرہ پکانے اور آگ جلانے کا عمل بھی مشقت پر مبنی تھا، لیکن ان چیزوں میں غیر معمولی سہولت ہوچکی ہے،

ان حالات کا تقاضا یہ تھا کہ آج کے دور میں لوگ اکثر اوقات میں فارغ رہا کرتے، زندگی کے اوقات میں برکت نظر آتی، لیکن اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ زمانہ میں ہر شخص ہمہ وقت اور ہمہ تن مصروف دکھائی دیتا ہے، اوراس کے پاس ضروری کاموں کے لیے بھی وقت نہیں ہوتا۔

اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا دن اور رات کی رفتار کم ہوگئی؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے، سورج اور چاند اپنی پہلی مقررہ رفتار کے مطابق چل رہے ہیں، ان میں ایک منٹ کی بھی کمی نہیں ہوئی۔

لیکن اس کے باوجود آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شخص ہمہ دَم مصروف نظر آتا ہے، اور وقت کی تنگی کا رونا روتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ پہلے زمانے میں لوگوں کی زندگی ، فضولیات کے بجائے زیادہ تر ضروریات اور مفید کاموں میں خرچ ہوتی تھی، لیکن آج کل زندگی کا بڑا حصہ فضولیات ولغویات بلکہ منکرات وخرافات میں خرچ ہونے لگا ہے، یہاں تک کہ بہت سے مسلمانوں نے اس سلسلہ میں اہلِ یورپ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

گزشتہ دنوں بندہ کے پاس ایک نوجوان صاحب آئے، جو دینی مسائل معلوم کرنا چاہتے تھے، انہوں نے دورانِ گفتگو بتلایا کہ وہ آج کل امریکہ میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں، اور

وہاں پرملازمت کرتے ہیں، اوران کے والدین یہاں پاکستان راولپنڈی میں رہتے ہیں۔
آنے والے مذکورہ نوجوان صاحب نے امریکہ میں اپنی روزمرہ کی غیرمعمولی مصروفیات کا بتلایا، اوردوسرے لوگوں کی غیرمعمولی مصروفیات کا بھی ذکرکیا کہ وہاں زیادہ ترضروری اورمفید کاموں ہی میں مشغولی رہتی ہے، لیکن مجھے سخت افسوس اورتعجب ہے کہ میں نے جب یہاں پاکستان آکراپنے گھر اورخاندان کے ماحول کا وہاں سے مقابلہ کیا، تواس نتیجہ پر پہنچا کہ یہاں تو بہت فضولیات اور لغویات ہیں، چنانچہ ہمارے گھر میں روزانہ کوئی نہ کوئی خاتون آکر بیٹھ جاتی ہے، اور گھنٹوں اِدھر اُدھر کی فضول باتیں اورغیبت اورعیب جوئی، لعن طعن میں وقت گزرجاتا ہے، میں اپنے گھر والوں کو سمجھاتا ہوں، لیکن ان کی سمجھ میں بات نہیں آتی۔
یہی صورتِ حال محلّہ کےدوسرے گھروں میں اورخاندان میں بھی دیکھنے میں آتی ہے۔
لیکن امریکہ میں غیرمسلموں کے یہاں بھی اس طرح کی چیزوں کارواج نہیں، بلکہ ان چیزوں کا ان کے پاس وقت بھی نہیں۔
واقعی اس نوجوان نے سچ کہا کہ ہمارے معاشرے میں کئی چیزیں فضول، مہمل، بلکہ منکرایسی رائج ہوگئی ہیں کہ جن کی وجہ سے ہماری معاشرت میں بہت بگاڑ اورفساد پیدا ہورہا ہے، اور زندگی کی انمول گھڑیاں، شب وروز، ان چیزوں کی نذرہورہی ہیں۔
اِدھراُدھر کی فضول باتوں کے علاوہ ٹیلی ویژن اورانٹرنیٹ پرگھنٹوں گھنٹوں فضولیات بلکہ منکرات میں مشغول رہاجاتا ہے، تھوڑی تھوڑی دیر بعد دنیاجہاں کےفضول اورگناہ پرمشتمل قصوں کے نیوز بلیٹن سنے اوردیکھے جاتے ہیں، موبائل فون پرسستے پیکیج لگاکرگھنٹوں گھنٹوں اس طرح کی باتوں میں وقت گزاراجاتا ہے۔
اخبار کے لایعنی اورمنکرات پرمشتمل مضامین کوصبح سے شام تک یاغیرمعمولی وقت لگاکرمطالعہ وملاحظہ کیاجاتا ہے۔
فیس بک پرگھنٹوں منہمک رہ کرفضولیات بلکہ منکرات پرمشتمل چیزوں کونہایت انہماک سے پڑھا، دیکھا اورسناجاتا ہے، اورخودبھی اس طرح کی چیزیں، دوسروں کوانٹرنیٹ، موبائل فون وغیرہ کے

www.idaraghufran.org

ذریعہ ارسال کی جاتی ہیں۔

اس طرح کے حالات اور ماحول میں پھر زندگی اور وقت میں برکت کہاں سے آئے گی، جب اپنے ہی ہاتھوں سے زندگی اور اس کی انمول ساعتوں کو ضائع کیا جارہا ہے۔

لہٰذا زندگی کے اوقات میں برکت نہ ہونے کا رونا رونے کے بجائے اپنے آپ کو مذکورہ اور ان جیسی دوسری فضولیات ومنکرات سے بچانے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اس کے بعد دیکھیے کہ زندگی اور اوقات میں کیسی برکت ہوتی ہے، بلکہ امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے زندگی سکون وطمانیت سے بھی بھر جائے گی، اور دنیا کے ضروری کاموں کے علاوہ آخرت کے کاموں کے لیے بھی وقت بچے گا، جس سے دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کا بھی معاملہ درست ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نظم قائم کیجئے اوقات میں — برکتیں پھر دیکھیے دن رات میں
ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم کم — رفتہ رفتہ، لحظہ لحظہ، دم بدم

(سورہ بقرہ: قسط نمبر168، آیت نمبر259) مفتی محمد رضوان

دنیا میں دوبارہ زندہ کرنے کی قدرتِ الٰہی کا واقعہ

اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ کَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَکْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (سورة البقرة، رقم الآية ٢٥٩)

ترجمہ: یا اس شخص کی طرح جو گزرا، ایک بستی پر، اور وہ گری ہوئی تھی، اپنی چھتوں پر، کہا اس (شخص) نے کیسے زندہ کرے گا اس کو اللہ؟ اس کی موت کے بعد، تو موت دے دی اس (شخص) کو اللہ نے سو سال تک، پھر اٹھا دیا اس کو، فرمایا اُس (یعنی اللہ) نے کتنا ٹھہرے رہے تم، کہا اس (شخص) نے، ٹھہرا رہا میں ایک دن یا دن کا بعض حصہ ، فرمایا اُس (یعنی اللہ) نے بلکہ ٹھہرے رہے تم سو سال، پس دیکھیے اپنے کھانے اور اپنے پینے کی طرف، وہ سڑی نہیں، اور دیکھیے اپنے گدھے کی طرف، اور تاکہ بنا دیں ہم تمہیں نشانی لوگوں کے لیے، اور دیکھیے ہڈیوں کی طرف، کیسے جمع کرتے ہیں ہم اُن کو، پھر چڑھاتے ہیں ہم ان پر گوشت کو، پھر جب واضح ہو گیا اس (شخص) کے لیے، کہا اس (شخص) نے کہ جانتا ہوں میں بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے (سورہ بقرہ)

تفسیر وتشریح

سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک صاحب کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے گدھے

اور ساز وسامان سمیت ایک بستی سے گزر رہے تھے، جو مکمل طور پر تباہ ہوچکی تھی، اس کے تمام باشندے مرکھپ چکے تھے اور مکانات چھتوں سمیت زمین بوس ہوچکے تھے، گزرنے والے ان صاحب نے یہ منظر دیکھ کر حیرت سے کہا کہ اللہ تعالیٰ، اس بستی والوں کے مرجانے کو بعد کس طرح زندہ کرے گا، یعنی اللہ زندہ تو کرے گا، لیکن اس کی کیفیت کیا ہوگی، یہ اللہ ہی جانے۔

اللہ تعالیٰ نے ان صاحب کو اپنی قدرت کا مشاہدہ اس طرح کرایا کہ ان صاحب کو اور ان کے گدھے کو موت دے دی، اور سو سال تک اسی طرح مارے رکھا، پھر اس کے بعد ان کو اللہ نے زندہ فرمادیا، اور پھر اللہ نے ان سے پوچھا کہ تم مرنے کے بعد کتنی مدت تک اسی حال میں ٹھہرے رہے ہو، انہوں نے کہا کہ ایک دن یا ایک دن کا بھی کچھ حصہ ٹھہرا رہا ہوں، اللہ نے فرمایا، بلکہ تم سو سال تک اسی حال میں ٹھہرے رہے ہو، اور تم اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کی طرف دیکھو کہ وہ خراب نہیں ہوئیں، اور سڑی نہیں، اللہ نے سو سال تک ان چیزوں کو محض اپنے حکم اور قدرت سے تروتازہ رکھا، اور اپنے گدھے کی طرف دیکھو کہ اس میں بھی تغیر پیدا نہیں ہوا، اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لیے عبرت کی نشانی بنادیا، اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ کیسے ہم ان کو جوڑتے ہیں، پھر ہم ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔

جب انہوں نے اپنے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی کیفیت کا یہ سب منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، تو ان پر اللہ کی اس قدرت کی کیفیت پوری طرح ظاہر ہوگئی، اور انہوں نے کہا کہ میں اب حق الیقین کے طور پر جانتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جن صاحب کے واقعہ کا مذکورہ آیت میں ذکر ہے، ان کا کوئی نام قرآن مجید کی آیت یا مرفوع، مستند حدیث میں مذکور نہیں، البتہ بعض صحابہ وتابعین وغیرہ سے ان کے نام کے بارے میں ذکر ملتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کا نام حضرت ''عُزیر'' اور حضرت مجاہد وغیرہ سے ''ارمیاء'' علیہ الصلاۃ والسلام مروی ہے۔

چنانچہ حضرت ناجیہ بن کعب سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: " خَرَجَ عُزَيْرٌ نَبِيُّ اللَّهِ مِنْ مَدِينَتِهِ، وَهُوَ

www.idaraghufran.org

رَجُلٌ شَابٌّ، فَمَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا، قَالَ: أَنَّى يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا، فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ، ثُمَّ بَعَثَهُ فَأَوَّلُ مَا خَلَقَ عَيْنَاهُ، فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى عِظَامِهِ، يُنَظَّمُ بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ، ثُمَّ كُسِيَتْ لَحْمًا، وَنُفِخَ فِيهِ الرُّوحُ، وَهُوَ رَجُلٌ شَابٌّ، فَقِيلَ لَهُ: كَمْ لَبِثْتَ؟ قَالَ: يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ، قَالَ: بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ، قَالَ: فَأَتَى الْمَدِينَةَ وَقَدْ تَرَكَ جَارًا لَهُ إِسْكَافًا شَابًّا، فَجَاءَ وَهُوَ شَيْخٌ كَبِيرٌ(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۱۱۷)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے نبی ''عزیر'' اپنے شہر سے نکلے، اور وہ نوجوان شخص تھے، پھر وہ ایک بستی پر گزرے، جو کہ اپنی چھتوں کے بل الٹی پڑی ہوئی تھی، انہوں نے کہا کہ کیسے زندہ کرے گا اللہ اِس کو، اِس کے مرجانے کے بعد، تو موت دے دی ان کو اللہ نے سو سال تک، پھر ان کو زندہ کرکے اٹھادیا، سب سے پہلے اللہ نے ان کی آنکھوں کو پیدا فرمایا، تو وہ آنکھوں سے اپنی ہڈیوں کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ ایک دوسرے سے جڑنے لگیں، پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا گیا، اور ان میں روح ڈال دی گئی، وہ نوجوان شخص تھے، پھر ان سے کہا گیا کہ آپ کتنی مدت ٹھہرے رہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ ایک دن یا ایک دن کا بھی بعض حصہ، اللہ نے فرمایا، بلکہ آپ سو سال تک ٹھہرے رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر وہ اپنے شہر میں آئے، جہاں انہوں نے ایک نوجوان کاریگر کو چھوڑا تھا، آکر دیکھا تو وہ معمر بزرگ ہوچکے تھے

(مستدرک حاکم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے تو معلوم ہوا کہ مذکورہ آیت میں جن صاحب کا واقعہ بیان ہوا ہے، وہ اللہ کے نبی حضرت ''عزیر'' صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

لیکن حضرت مجاہد وغیرہ سے ان نبی کا نام ''ارمیا'' منقول ہے۔

(ملاحظہ ہو: تفسیر مجاهد، رقم الرواية ۱۳۰ ،تفسير الطبری، ج۴ص ۵۸۱)

جس بستی سے ان صاحب کا گزر ہوا تھا، جس کا بعض روایات میں نام حضرت عزیر علیہ الصلاۃ والسلام وغیرہ بتلایا گیا ہے، اس واقعہ میں یہ مذکور نہیں کہ اس بستی کو اللہ تعالیٰ نے چھتوں کے بل کس

وجہ سے گرادیا تھا۔

ممکن ہے کہ اللہ کی طرف سے ان پر گناہوں کی وجہ سے عذاب آیا ہو۔

بعض احادیث میں اس طرح کے عذاب کا سبب اپنے آپ پر تشدد اور حسد وغیرہ کرنا بتلایا گیا ہے۔

حضرت سہل بن ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ دَخَلَ هُوَ وَأَبُوهُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِالْمَدِينَةِ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ، فَإِذَا هُوَ يُصَلِّي صَلَاةً خَفِيفَةً دَقِيقَةً كَأَنَّهَا صَلَاةُ مُسَافِرٍ أَوْ قَرِيبًا مِنْهَا، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ أَبِي: يَرْحَمُكَ اللَّهُ، أَرَأَيْتَ هَذِهِ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ أَوْ شَيْءٌ تَنَفَّلْتَهُ، قَالَ: إِنَّهَا الْمَكْتُوبَةُ، وَإِنَّهَا لَصَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْطَأْتُ إِلَّا شَيْئًا سَهَوْتُ عَنْهُ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: " لَا تُشَدِّدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدَّدَ عَلَيْكُمْ، فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ، فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ (وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ) "ثُمَّ غَدَا مِنَ الْغَدِ فَقَالَ: أَلَا تَرْكَبُ لِتَنْظُرَ وَلِتَعْتَبِرَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَرَكِبُوا جَمِيعًا فَإِذَا هُمْ بِدِيَارٍ بَادَ أَهْلُهَا وَانْقَضَوْا وَفَنُوا خَاوِيَةٍ عَلَى عُرُوشِهَا، فَقَالَ: أَتَعْرِفُ هَذِهِ الدِّيَارَ؟ فَقُلْتُ: مَا أَعْرَفَنِي بِهَا وَبِأَهْلِهَا، هَذِهِ دِيَارُ قَوْمٍ أَهْلَكَهُمُ الْبَغْيُ وَالْحَسَدُ، إِنَّ الْحَسَدَ يُطْفِءُ نُورَ الْحَسَنَاتِ، وَالْبَغْيُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ، وَالْعَيْنُ تَزْنِي، وَالْكَفُّ، وَالْقَدَمُ، وَالْجَسَدُ، وَاللِّسَانُ، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۹۰۴)

ترجمہ: وہ اور ان کے والد (حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ) عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں جب وہ مدینے کے گورنر تھے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ ہلکی یا مختصر نماز پڑھ رہے ہیں، جیسے وہ مسافر کی نماز ہو یا اس جیسی کوئی نماز ہو

، جب انہوں نے سلام پھیرا تو میرے والد نے کہا کہ اللہ آپ پر رحم کرے، آپ بتایئے کہ یہ فرض نماز تھی یا آپ کوئی نفلی نماز پڑھ رہے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ فرض نماز تھی، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے، اور جب مجھ سے کوئی غلطی ہوتی ہے، تو میں اس کے عوض سجدہ سہو کر لیتا ہوں، پھر فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم اپنے اوپر تشدد نہ کرو، ورنہ تم پر تشدد کیا جائے گا، اس لیے کہ کچھ لوگوں نے اپنے اوپر تشدد کیا، تو اللہ نے بھی ان پر تشدد کر دیا، تو ایسے ہی لوگوں کے باقی ماندہ لوگ گرجا گھروں میں ہیں'' انہوں نے رہبانیت (یعنی لوگوں سے الگ تھلگ سخت مشقت والی زندگی) کی شروعات کی، جو کہ ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی'' پھر جب دوسرے دن صبح ہوئی تو فرمایا کہ کیا تم سواری نہیں کرتے یعنی سفر نہیں کرتے کہ دیکھو اور نصیحت حاصل کرو، انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں (کرتے ہیں) پھر وہ سب سوار ہوئے، تو جب وہ اچانک کچھ ایسے گھروں کے پاس پہنچے، جہاں کے لوگ ہلاک اور فنا ہو کر ختم ہو چکے تھے، اور گھر چھتوں کے بل گرے ہوئے تھے، تو حضرت انس نے فرمایا کہ کیا تم ان گھروں کو پہنچانتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے کس نے ان کے اور ان کے لوگوں کے بارے میں بتایا؟ (یعنی میں نہیں جانتا) تو حضرت انس نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے گھر ہیں، جنہیں ان کے ظلم اور حسد نے ہلاک کر دیا، بیشک حسد نیکیوں کے نور کو بجھا دیتا ہے اور ظلم اس کی تصدیق کرتا ہے یا تکذیب اور آنکھ زنا کرتی ہے اور ہتھیلی، قدم، جسم اور زبان بھی اور شرمگاہ کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے (سنن ابی داؤد)

معلوم ہوا کہ اپنے اوپر دین کے رنگ میں یا کسی اور طرح سے بے جا سختی کرنا اور ظلم اور حسد میں مبتلا ہونا، عذابِ الٰہی کا سبب ہے۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کی عام عادت تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ایک مرتبہ موت دینے کے بعد اس دنیا میں دوبارہ زندہ نہیں کرتا، البتہ قیامت کے دن دوبارہ تمام انسانوں کو زندہ فرمائے گا، اور اللہ کے لیے یہ کام کوئی مشکل نہیں، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ انسانوں اور اس سے بڑی بڑی مخلوقات

مثلاً زمین، سورج، چاند، سیاروں اور آسمانوں وغیرہ کو پیدا فرما دیا، جبکہ ان کا پہلے سے کوئی وجود بھی نہیں تھا، تو ایک مرتبہ وجود دینے کے بعد دوبارہ اس کو زندگی عطا کرنا کوئی بھی مشکل نہیں۔

اور اگر اللہ کبھی اپنی مشیئت سے کسی مخلوق کو دنیا میں وفات دینے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے، تو اللہ کی قدرت کے مقابلہ میں یہ بھی بہت آسان چیز ہے، کیونکہ جس کو اللہ زندہ کرے، وہ اس کی بڑی بڑی ان مخلوقات کے مقابلے میں بہت ادنیٰ چیز ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے پیدا فرما رکھا ہے۔

قیامت کے منکرین کو یہی شبہ تھا کہ جب ہم ایک مرتبہ فوت ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، تو اس کے بعد دوبارہ زندگی کیسے مل سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب قرآن مجید میں مختلف مواقع پر بیان فرمایا ہے۔

سورہ اسراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالُوا أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا. قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا. أَوْ خَلْقًا مِمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَى هُوَ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا . يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا(سورة الاسراء، رقم الآيات ۴۹ الیٰ ۵۲)

ترجمہ: اور کہا انہوں نے کہ کیا جب ہو جائیں گے ہم ہڈیاں اور چورا، کیا یقیناً اٹھایا جائے گا ہمیں نئی پیدائش کے ساتھ۔ آپ کہہ دیجیے کہ ہو جاؤ تم پتھر، یا لوہا، یا اس مخلوق میں سے کہ جو بڑی ہو، تمہارے سینوں میں، پس عنقریب کہیں گے وہ کہ کون لوٹائے گا ہمیں، آپ کہہ دیجیے کہ وہی ذات، جس نے پیدا کیا تم کو پہلی مرتبہ، پھر عنقریب ہلائیں گے یہ لوگ آپ کی طرف اپنے سروں کو، اور کہیں گے کہ کب ہوگا وہ؟ آپ کہہ دیجیے کہ شاید کہ ہو وہ قریب، جس دن بلائے گا وہ تم کو، پھر جواب دو گے تم اس کی حمد کرتے ہوئے، اور گمان کرو گے تم کہ نہیں ٹھہرے تم، مگر قلیل وقت ہی (سورہ اسراء)

جس طرح اللہ نے اُن صاحب کو جن کا نام روایات میں حضرت عُزیر علیہ الصلاۃ والسلام آیا ہے، دنیا میں دوبارہ زندہ کیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی انسانوں کو اسی طرح زندہ فرمائے گا،

جس کا آغاز انسان کی ریڑھ کی ہڈی کی ایک باریک دُم سے ہوگا۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ فِي الْإِنْسَانِ عَظْمًا لَا تَأْكُلُهُ الْأَرْضُ أَبَدًا، فِيهِ يُرَكَّبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالُوا أَيُّ عَظْمٍ هُوَ؟ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ :عَجْبُ الذَّنَبِ (مسلم،رقم الحديث ٢٩٥٥ "١٤٣")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان میں ایک ہڈی ہے جسے زمین کبھی نہیں کھاتی، اسی ہڈی میں قیامت کے دن (انسان کے بدن کو) جمع کیا جائے گا، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ہڈی کونسی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ریڑھ کی ہڈی کی دُم (یعنی ریڑھ کی ہڈی کا سرا) ہے (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ":كُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُهُ الْأَرْضُ إِلا عَجِبَ الذَّنْبِ مِنْهُ يَنْبُتُ وَيُرْسِلُ اللَّهُ مَاءَ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُونَ فِيهِ نَبَاتَ الْخَضِرِ حَتَّى إِذَا أُخْرِجَتِ الْأَجْسَادُ أَرْسَلَ اللَّهُ الْأَرْوَاحَ وَكَانَ كُلُّ رُوحٍ أَسْرَعَ إِلَى صَاحِبِهِ مِنَ الطَّرْفِ ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوَرِ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ ينظرون." (كتاب السنة لابنِ ابى عاصم،رقم الحديث، ٨٩١)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابنِ آدم کے جسم کے سارے حصہ کو مٹی کھالیتی ہے، سوائے اس کی ریڑھ کی ہڈی کی دُم کے، اس سے ہی انسانی جسم کو (قیامت کے دن دوبارہ) اُگایا جائے گا، اور اللہ "ماء الحیاۃ" (یعنی زندگی والے پانی) کو بھیجے گا، جس سے تمام انسان سبزی کی طرح اُگ پڑیں گے، یہاں تک کہ جب تمام اجسام مکمل نکل آئیں گے، تو اللہ روحوں کو بھیجے گا، اور ہر روح اپنے صاحب (یعنی اپنے جسم) کی طرف پلک جھپکنے سے پہلے پہنچ جائے گی، پھر صور پھونکا جائے گا، تو یکا یک انسان کھڑے ہوکر دیکھنا شروع کردیں گے (کتاب السنۃ)

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ صفر اور توہم پرستی

قمری واسلامی سال کے دوسرے مہینے "صفر" سے متعلق شرعی احکامات، جاہلانہ خیالات، زمانۂ جاہلیت کے توہمات اور نظریات اوران کا رد، موجودہ دور کی سینکڑوں توہم پرستیاں، اور زمانۂ جاہلیت سے ان کا تعلق۔ اور اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات وہدایات۔

مؤلف

مفتی محمد رضوان

جلد3

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...النظر والفکر فی مبدء السفر والقصر

(2)...بِدَایَۃُ السَّفَرِوَالْقَصْرِفِیْ حَالَۃِ الْحَضَرِوَالْمِصْرِ

(3)...منعُ مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر

(4)...جڑواں شہروں (Twin cities) میں سفروقصر کا حکم

(5)...محرَم کے بغیر سفر کا حکم

مصنّف

مفتی محمد رضوان

جلد4

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق

(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم

(3)...غیرُ اللہ کی نذرونیاز وذبح کا حکم

(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ

(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم

(6)...خواب میں زیارتِ نبوی علیہ السلام کا حکم

(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنف

مفتی محمد رضوان خان

جلد5

علمی وتحقیقی رسائل

(1)... پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت

(2)...مقدس اوراق کا حکم

(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم

(4)...خیرُ بقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی

فون: 051-5507270

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

بحالتِ ایمان فوت ہونے پر شفاعتِ نبی کا حصول (قسط9)

نبی ﷺ اورآلِ علی میں فصل کرنے پر شفاعۃُ النبی سے محرومی

بعض کتابوں میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ:

’’جس نے میرے اورآلِ علی کے درمیان فصل کیا، تواس کومیری شفاعت حاصل نہیں ہوگی‘‘

امام عجلونی نے’’کشف الخفاء‘‘میں اس کونقل کرنے کے بعدفرمایا کہ اس حدیث کوبعض اہلِ تشیع نے گھڑا ہے، جس کا کسی قابلِ ذکر سند سے ثبوت نہیں پایا جاتا۔ [1]

آلِ عباس کے جھنڈے تلے چلنے والے کی شفاعۃُ النبی سے محرومی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک حدیث میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

’’جب خراسان کے پیچھے سے آلِ عباس کے جھنڈے برآمد ہوجائیں، تووہ اسلام کی میت کولے کرآئیں گے، اور جوشخص ان کے جھنڈوں کے نیچے چلے گا، تو قیامت کے دن اس کومیری شفاعت حاصل نہیں ہوگی‘‘ [2]

---

[1] من فصل بینی وبین آلی بـ "علی "لم ینل شفاعتی.

هـذا مـن مـوضـوعـات الشیـعة – قبـحهم الله، نبه علیه العصام فی مناهی حواشی الجامی؛ لكن بـزیادة لفظ "كلمة "قبل "علی ."وأقول: رواه مـصـطـفی أفندی الأنطاكی باللفظ المشهور، قال: ورد بـأنـه غیر ثابت، وإن سلم فالمراد به علی بن أبی طالب .انتهی فتدبره(كشف الخفاء للعجلونی، ج۲ ص ۳۲۰، تحت رقم الحدیث ۲۵۵۴، حرف المیم)

[2] حـدثـنـا سـلیـمـان بـن أحـمد، ثنا محمد بن محمویه الأهوازی الجوهری، ثنا أبو الربیع عیسی بن علی الناقد، ثنا موسی بن إبراهیم المروزی، ثنا عمرو بن واقد، عن زید بن واقد، عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

ابنِ جوزی نے اس حدیث کو یقینی طور پر ''موضوع ومنگھڑت'' قرار دیا ہے، اور امام شوکانی نے بھی اس کو ''موضوع ومنگھڑت'' کہا ہے، اور ''جوزقانی'' سے اس حدیث کا ''باطل'' ہونا نقل کیا ہے۔ [1]

نبی کا ذمہ توڑنے پر شفاعۃ النبی سے محرومی

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

''جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کو توڑا، تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل نہیں ہوگی'' (طبرانی) [2]

لیکن اس حدیث کی سند میں ''حسین بن قیس'' راوی پائے جاتے ہیں، جن کا لقب ''حنش'' ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ مکحول، عن سعيد بن المسيب قال: لما فتحت أداني خراسان بكى عمر بن الخطاب، فدخل عليه عبد الرحمن بن عوف فقال: ما يبكيك يا أمير المؤمنين وقد فتح الله عليك مثل هذا الفتح؟ قال: وما لي لا أبكي، والله لوددت أن بيننا وبينهم بحرا من نار، سمعت رسول الله صلى الله عليه يقول: إذا أقبلت رايات ولد العباس من عقاب خراسان، جاءوا بنعي الإسلام، فمن سار تحت لوائهم لم تنله شفاعتي يوم القيامة غريب من حديث زيد ومكحول (حلية الاولياء لابى نعيم الاصبهانى، ج٥ص ١٩٢، تحت ترجمة: مكحول الشامي ومنهم الإمام الفقيه الصائم المهزول إمام أهل الشام أبو عبد الله مكحول)

[1] قال ابن الجوزى:

هذا حديث موضوع بلاشك، وواضعه من لا يرى لدولة بنى العباس قال أبو مسهر : عمرو بن واقد ليس بشىء .وقال الدارقطنى : متروك وقال ابن حبان : يقلب الاسانيد ويروى المناكير عن المشاهير فاستحق الترك .قال أبو زرعة : وزيد بن واقد ليس بشيئ (الموضوعات لابن الجوزى، ج ٢ ص ٣٨)

وقال الشوكانى:

هو موضوع، وقال الجوزقاني: هذا حديث باطل، وقال في إسناده: عمرو بن واقد وليس بشيء (الفوائد المجموعة، ص ٤١١، تحت رقم الحديث ١٦٩، كتاب الفضائل، باب مناقب الخلفاء الأربعة وأهل البيت وسائر الصحابة عموما وخصوصا رضى الله عنهم ومناقب غيرهم من الناس)

[2] حدثنا معاذ بن المثنى، ثنا مسدد، ثنا خالد، عن حسين بن قيس، عن عكرمة، عن ابن عباس، قال: خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إن الله عز وجل أعطى كل ذى حق حقه، ألا إن الله فرض فرائض، وسن سننا، وحد حدودا، أحل حلالا، وحرم حراما، وشرع الدين، فجعله سهلا سمحا واسعا ولم يجعله ضيقا، ألا إنه لا إيمان لمن لا أمانة له، ولا دين لمن لا عهد له، ومن نكث ذمتي لم ينل شفاعتي، ولم يرد على الحوض ألا إن الله عز وجل لم يرخص في القتل إلا ثلاثا: مرتد بعد إيمان، أو زان بعد إحصان، أو قاتل نفس فيقتل بقتله ألا هل بلغت "(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ١١٥٣٢)

www.idaraghufran.org

اوران کوبعض محدثین نے ''متروک'' قراردیاہے،اوربعض نے ان کی طرف جھوٹے ہونے کی بھی نسبت کی ہے۔ [1]

لہٰذامذکورہ حدیث پربھی عقیدہ رکھنے سے احتیاط برتنی چاہیے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] قال الهيثمي:رواه الطبراني في الكبير، وفيه حسين بن قيس الملقب بحنش، وهو متروك الحديث(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٧٩٨)

حسين بن قيس أبو علي الرحبي، ويقال له حنش ، عن عكرمة، ترك أحمد حديثه (التاريخ الكبير للبخاري، ج٢ص ٣٩٣، تحت رقم الترجمة ٢٨٩٢)

ت ق: حسين بن قيس أبو علي الرحبي الواسطي، لقبه حنش.عن: عكرمة، وعطاء، وغيرهما.

وعنه: سليمان التيمي مع تقدمه، وخالد بن عبد الله، وعبد الحكيم بن منصور، وعلي بن عاصم، وعدة.قال أبو حاتم، وغيره: ضعيف.وقال النسائي: متروك(تاريخ الاسلام للامام الذهبي، ج٣ص ٦٣٢، تحت رقم الترجمة ٤٩)

حسين بن قيس [ت، ق] الرحبي الواسطي، أبو علي، ولقبه حنش .سمع عكرمة، وعطاء.

وعنه خالد بن عبد الله، وعلي بن عاصم .قال أحمد: متروك، له حديث واحد حسن في قصة الشوم .وقال أبو زرعة وابن معين: ضعيف.وقال البخاري: لا يكتب حديثه.وقال النسائي: ليس بثقة.وقال – مرة: متروك .وقال السعدي: أحاديثه منكرة جدا .وقال الدارقطني: متروك(ميزان الاعتدال للذهبي، ج١ ص ٥٤٦، تحت رقم الترجمة ٢٠٤٣)

حسين بن قيس الرحبي أبو علي ولقبه حنش يروى عن عكرمة روى عنه سليمان التيمي وعلي بن عاصم وإسماعيل بن عياش كان يقلب الأخبار ويلزق رواية الضعفاء كذبه أحمد بن حنبل وتركه يحيى بن معين(المجروحين لابن حبان، ج١ ص ٢٤٢، تحت رقم الترجمة ٢٢٢)

علمی وتحقیقی سلسلہ

مقدّس اَوراق کاحکم مع رسالہ مقدس اوراق کی ری سائیکلنگ

قرآن مجیداوردیگردینی تحریری مواداورمقدس،بوسیدہ اورغیرضروری اوراق کوبے حرمتی سے بچانے کے لئے دفن کرنے،جلانے،مٹانے،بہانے،مشین کے ذریعہ گودابنانےیاریزہ ریزہ کرنے اور ان کودوبارہ کارآمدبنانے یعنی ری سائیکلنگ (Recycling) کرنے،اوراس مواد سے کاغذاورگتہ تیارکرکے دینی ودنیوی مفیداورجائزمقاصدمیں استعمال کرنے کاشرعی وفقہی دلائل کی روشنی میں مفصل ومدلل حکم،مختلف مکاتبِ فکرکے اہلِ علم ومفتیان کے فتاویٰ وآراء،پاکستان کی قومی وصوبائی اسمبلی اوروزارتِ مذہبی امور،قرآن بورڈکافیصلہ

مصنِّف:مفتی محمدرضوان

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

قضاءِ حاجت میں استقبال واستدبار کے متعلق شاہ ولی اللہ کا موقف

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ''حجة الله البالغة'' میں ''بیت الخلاء کے آداب'' کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ کی وہ حدیث نقل کرنے کے بعد، جس میں ''غائط'' یعنی قضائے حاجت کے وقت ''استقبال و استدبار'' کی ممانعت آئی ہے، فرماتے ہیں:

ورؤی استقباله واستدباره -فجمع بتنزيل التحريم على الصحراء والاباحة على البنيان، وجمع بحمل النهى على الكراهية وهو الأظهر

(حجة الله البالغة، ج ۱، ص ۳۰۷، آداب الخلاء)

ترجمہ: اور (قضائے حاجت کے وقت) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبلہ کی طرف رُخ کرنا اور قبلہ کی طرف پشت کرنا بھی مروی ہے، اس میں اس طرح سے جمع کیا گیا ہے کہ حرمت کا حکم جنگل میں ہے، اور اباحت وجواز کا حکم آبادی میں ہے، اور اس طرح بھی جمع کیا گیا ہے کہ ممانعت کو کراہت پر محمول کیا گیا ہے (حرمت پر محمول نہیں کیا گیا، اور کراہت واباحت دونوں کا جمع ہونا ممکن ہے) اور یہی زیادہ راجح ہے (حجۃ اللہ البالغہ)

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ''موطاء امام مالک'' کی عربی شرح ''المسوّیٰ'' میں فرماتے ہیں:

قلت: قال الشافعی: الاستقبال و الاستدبار محرمان فی الصحراء لا فی البنیان، ووجه الجمع تنزیل النهی و الاباحة علی حالتین، و قال ابوحنیفة: مکروهان فیهما سواء، ووجه الجمع عنده ان النهی للتنزیه و الفعل لبیان الجواز فی الجملة (المسوّی، ج ۱، ص ۷۹، کتاب الصلاة، باب النهی عن استقبال القبلة و استدبارها عند قضاء الحاجة و اختلافهم فی ذلک)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ امام شافعی کا قول یہ ہے کہ قضائے حاجت کے وقت بیت اللہ کا

رُخ کرنا اور بیتُ اللہ کی طرف پشت کرنا، جنگل میں حرام ہے، آبادی میں حرام نہیں ہے، اس طرح انہوں نے ممانعت و اباحت کو دو مختلف حالتوں پر جمع کیا ہے (یعنی ممانعت کو جنگل کی حالت پر اور اباحت واجازت کو آبادی کی حالت پر جمع کیا) اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ جنگل اور آبادی دونوں میں مکروہ ہے، ان کے نزدیک دونوں میں جمع ہونے کی صورت یہ ہے کہ ممانعت تنزیہی درجہ کی ہے، اور قبلہ کی طرف رُخ اور پشت کرنا، فی الجملہ بیانِ جواز کے لیے ہے (المسوّیٰ)

مذکورہ عبارت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قضائے حاجت کے وقت استقبال و استدبار کو مکروہ تنزیہی پر محمول کرتے ہیں، اور اس کو راجح قرار دیتے ہیں۔

لیکن علامہ انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ نے ''فیضُ البـــاری ''میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مختلف روایات میں ''جمع'' کرتے ہوئے استقبال کی کراہت کو شدید اور استدبار کی کراہت کو اس کے مقابلہ میں غیر شدید قرار دینے کو ترجیح دی ہے۔

چنانچہ علامہ انورشاہ کشمیری، بخاری کی شرح ''فیضُ الباری ''میں فرماتے ہیں:

واعلم أن المذاهب فی هذا الباب عديدة ذكرها العلماء ، ونذكر ههنا مذاهب الأئمة الأربعة فقط:

فمذهب الإمام أبی حنيفة رحمه الله تعالى :كراهة الاستقبال والاستدبار فی البناء والفضاء تحريما .وهو إحدى الروايتين عن أحمد .والرواية الأخرى عنه جواز الاستدبار مطلقا مع كراهة الاستقبال مطلقا .وهو رواية عن أبی حنيفة كما فی الهداية .وفی النهر الفائق قيل :إنه كره تنزيها، ومثله فی المسوى والمصفى.

ومذهب الشافعی ومالك رحمهما الله تعالى كراهتهما فی الفيافی دون البنيان، فكأنهما فرقا فی حكم الفيافی والبنيان، ولم يفرقا بين الاستقبال والاستدبار على خلاف ما روى عن أحمد رحمه الله تعالى،

فإنه فصل بين الاستقبال والاستدبار، ورأى أمرهما في الكنف والصحاري سواء، ولم يعرج إلى تفصيل بين الصحراء والبناء...........

قلت :والأحسن عندي أن يجمع بين روايات الإمام أيضا، كما يجمع بين الأحاديث، فتقام المراتب ويقال :إن كراهة الاستقبال أشد من كراهة الاستدبار، وبه حصل الجمع بين الروايتين (فيض الباري على صحيح البخاري، ج ۱، ص ۳۴۰، كتاب الوضوء، باب لا تستقبل القبلة بغائط أو بول، إلا عند البناء جدار أو نحوه)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہئے کہ اس (یعنی قضائے حاجت کے وقت استقبال و استدبار کے) سلسلہ میں مختلف مذاہب ہیں، جن کا علماء نے ذکر کیا ہے، ہم یہاں صرف ائمۂ اربعہ کے مذاہب کا ذکر کرتے ہیں۔

تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ آبادی اور فضاء کے اندر بیتُ اللہ کی طرف رُخ کرنا اور پشت کرنا مکروہ تحریمی ہے، اور امام احمد سے دو روایتوں میں سے ایک روایت اسی طرح ہے۔ [1]

[1] ہمیں امام احمد رحمہ اللہ کی یہ روایت ان کی کتب میں مذکورہ طریقہ پر دستیاب نہیں ہوئی، بلکہ امام احمد کی مشہور روایت کے مطابق استقبال واستدبار کی ممانعت، امام شافعی اور امام مالک کی طرح آبادی کے بجائے فضاء اور جنگل سے متعلق دستیاب ہوئی۔

چنانچہ علامہ ابنِ قدامہ حنبلی "المغنی" میں فرماتے ہیں:

لا يجوز استقبال القبلة في الفضاء لقضاء الحاجة، في قول أكثر أهل العلم؛ لما روى أبو أيوب قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم – إذا أتى أحدكم الغائط فلا يستقبل القبلة ولا يولها ظهره، ولكن شرقوا أو غربوا قال أبو أيوب: فقدمنا الشام فوجدنا مراحيض قد بنيت نحو الكعبة، فننحرف عنها ونستغفر الله عز وجل متفق عليه .ولمسلم، عن أبي هريرة عن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – إذا جلس أحدكم على حاجته فلا يستقبل القبلة ولا يستدبرها وقال عروة بن ربيعة وداود:يجوز استقبالها واستدبارها لما روى جابر قال: نهى رسول الله – ﷺ – أن نستقبل القبلة ببول، فرأيته قبل أن يقبض بعام يستقبلها قال الترمذي: هذا حديث حسن غريب .وهذا دليل على النسخ، فيجب تقديمه .ولنا أحاديث النهي، وهي صحيحة. وحديث جابر يحتمل أنه رآه في البنيان، أو مستترا بشيء ولا يثبت النسخ بالاحتمال ويتعين حمله على ما ذكرنا، ليكون موافقا للأحاديث التي نذكرها، فأما في البنيان، أو إذا كان بينه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورامام احمد کی دوسری روایت یہ ہے کہ بیتُ اللہ کی طرف رُخ کرنا،تو مطلقاً مکروہ ہے، لیکن پشت کرنا مطلقاً جائز ہے،اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے،جیسا کہ ہدایہ میں ہے،اور''النھر الفائق''میں ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وبين القبلة شيء يستره ففيه روايتان إحداهما لا يجوز أيضا .وهو قول الثورى وأبى حنيفة لعموم الأحاديث فى النهى.

والثانية يجوز استقبالها واستدبارها فى البنيان، روى ذلك عن العباس وابن عمر – رضى الله عنهما – وبه قال مالك: والشافعي وابن المنذر وهو الصحيح؛ لحديث جابر وقد حملناه على أنه كان فى البنيان، وروت عائشة أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – ذكر له أن قوما يكرهون استقبال القبلة بفروجهم فقال رسول الله – صلى الله عليه وسلم – أو قد فعلوها استقبلوا بمقعدتى القبلة رواه أصحاب السنن وأكثر أصحاب المسانيد، منهم أبو داود الطيالسى، رواه عن خالد بن الصلت، عن عراك بن مالك، عن عائشة .قال أبو عبد الله: أحسن ما روى فى الرخصة حديث عائشة، وإن كان مرسلا فإن مخرجه حسن .قال أحمد: عراك لم يسمع من عائشة .فلذلك سماه مرسلا.

وهذا كله فى البنيان، وهو خاص يقدم على العام .وعن مروان بن الأصفر قال: رأيت ابن عمر أناخ راحلته مستقبل القبلة، ثم جلس يبول إليها .فقلت: يا أبا عبد الرحمن، أليس قد نهى عن هذا؟ قال: بلى إنما نهى عن هذا فى الفضاء، فإذا كان بينك وبين القبلة شيء يسترك فلا بأس .رواه أبو داود.وهذا تفسير لنهى رسول الله – صلى الله عليه وسلم – العام وفيه جمع بين الأحاديث، فيتعين المصير إليه .وعن أحمد: أنه يجوز استدبار الكعبة فى البنيان والفضاء جميعا؛ لما روى ابن عمر قال: رقيت يوما على بيت حفصة، فرأيت النبى – صلى الله عليه وسلم – على حاجته، مستقبل الشام مستدبر الكعبة .متفق عليه (المغنى لابن قدامة، ج ١، ص ١١٩، كتاب الطهارة، باب الاستطابة و الحدث، فصول فى أدب التخلى)

۱؎ ہمیں''النھر الفائق''میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وہ روایت دستیاب نہیں ہوئی،جس میں کراہتِ تنزیہی کا ذکر ہو،البتہ''النھر الفائق''میں''البناية شرح الهداية''کے حوالہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت استدبار واستقبال کے مکروہ نہ ہونے کی مروی ہے۔ چنانچہ''النھر الفائق''میں ہے:

ولا كلام فى كراهة الاستقبال أما الاستدبار فهو أصح الروايتين وثمة ثالثة وهى عدم كراهتها، وقيل: إن كان ذيله ساقطًا على الأرض فليس استقبالاً ولو كان رافعًا له قالوا: ينبغى أن يكون مكروهًا كذا فى البناية(النهر الفائق، ج ١ ص ٢٨٨، كتاب الصلاة، فصل كره استقبال القبلة بالفرج فى الخلاء واستدبارها)

''البناية شرح الهداية''میں بھی تیسری روایت مکروہ نہ ہونے کی ہی مروی ہے،جس کی اس سلسلہ میں مفصل عبارت آگے حواشی میں آتی ہے،اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی کراہت وعدمِ کراہت کی دونوں روایات کی بنیاد پر کراہتِ تنزیہی پر محمول کر کے تطبیق کو ترجیح دی ہے،جیسا کہ گزرا۔محمد رضوان۔

اسی طرح سے حضرت شاہ ولی اللہ کی ''المسوّی'' اور ''المصفّی'' میں ہے۔

اور امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ بیتُ اللہ کی طرف رُخ اور پشت کا کرنا، کھلی فضاء میں مکروہ ہے، آبادی وعمارت میں مکروہ نہیں، گویا کہ ان دونوں حضرات نے کھلی فضاء اور آبادی وعمارت کے درمیان حکم میں فرق کیا ہے، لیکن بیتُ اللہ کی طرف رخ کرنے اور پشت کرنے میں فرق نہیں کیا، لیکن امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت اس کے برخلاف ہے کہ انہوں نے بیتُ اللہ کی طرف رخ کرنے اور پشت کرنے میں فرق کیا، اور انہوں نے عمارت وآبادی اور جنگل میں دونوں کا حکم برابر قرار دیا، اور انہوں نے جنگل اور آبادی کے درمیان میں فرق کرنے کو اختیار نہیں کیا......

میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایات کے درمیان بھی جمع کرنا زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ احادیث کے درمیان بھی جمع کیا گیا ہے، پس درجات ومراتب قائم کیے جائیں گے، اور یہ کہا جائے گا کہ بیتُ اللہ کی طرف رُخ کرنے کی کراہت زیادہ شدید ہے، پشت کرنے کی کراہت کے مقابلہ میں، اور اس طرح سے دونوں روایتوں میں جمع کی صورت پیدا ہوجائے گی (فیض الباری)

علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے مذکورہ عبارت میں یہ تصریح نہیں فرمائی کہ بیت اللہ کی طرف پشت کرنے کی کراہت کے غیر شدید ہونے سے کون سا درجہ مراد ہے؟

لیکن ظاہر ہے کہ جواز وعدمِ جواز والی روایات میں تطبیق اسی صورت میں ممکن ہے، جبکہ اس کو کراہتِ تنزیہی قرار دیا جائے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''سنن الترمذی'' میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول یہ نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک قبلہ کی طرف آبادی اور غیر آبادی میں رُخ کرنا ممنوع ہے، اور پشت کرنا ممنوع نہیں۔ [1]

[1] قال أبو الوليد المكى :قال أبو عبد الله الشافعى :إنما معنى قول النبى صلى الله عليه وسلم :لا تستقبلوا القبلة بغائط ولا بول، ولا تستدبروها، إنما هذا فى الفيافى، فأما فى الكنف المبنية له رخصة فى أن يستقبلها، وهكذا قال إسحاق، وقال أحمد بن حنبل :إنما الرخصة من النبى صلى الله عليه وسلم فى استدبار القبلة بغائط أو بول، فأما استقبال القبلة فلا يستقبلها، كأنه لم ير فى الصحراء ولا فى الكنف أن يستقبل القبلة(سنن الترمذى،باب فى النهى عن استقبال القبلة بغائط أو بول، تحت رقم الحديث ٨)

جن حضرات نے قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پشت کرنے کو جائز اور رُخ کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے، انہوں نے استقبال واستدبار کے حکم میں فرق کی توجیہ بھی بیان کی ہے۔

چنانچہ حنفیہ کی کتاب ''بدائع الصنائع'' میں ہے:

ويكره استقبال القبلة بالفرج في الخلاء لما روى عن النبى – عليه الصلاة والسلام – أنه قال إذا أتيتم الغائط فعظموا قبلة الله تبارك وتعالى فلا تستقبلوها ولا تستدبروها ولكن شرقوا أو غربوا وهذا بالمدينة.

(وأما) الاستدبار فعن أبي حنيفة – رضى الله عنه – فيه روايتان في رواية يكره وفي رواية لا يكره لما روى عبد الله ابن سيدنا عمر – رضى الله تعالى عنهما – أنه رأى النبى – عليه الصلاة والسلام – مستقبل الشام مستدبر القبلة ولأن فرجه لا يوازى القبلة حالة الاستدبار وإنما يوازى الأرض بخلاف حالة الاستقبال هذا إذا كان في الفضاء فإن كان في البيوت فكذلك عندنا وعند الشافعي عليه الرحمة لا بأس بالاستقبال في البيوت (بدائع الصنائع، ج۵، ص ۱۲۶، کتاب الاستحسان)

ترجمہ: اور قضائے حاجت کے وقت شرم گاہ کا قبلہ کی طرف رُخ کرنا مکروہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب تم غائط میں (یعنی قضائے حاجت کے لیے) آؤ، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے قبلہ کی تعظیم کرو، پس نہ تو اس کی طرف رُخ کرو، اور نہ اس کی طرف پشت کرو، بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف رُخ کرو۔

یہ (مشرق یا مغرب کی طرف رُخ کرنے کا) حکم مدینہ منورہ میں ہے۔

اور جہاں تک قبلہ کی طرف پشت کرنے کا تعلق ہے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس سلسلہ میں دو روایتیں مروی ہیں، ایک روایت میں (قبلہ کی طرف پشت کرنا) مکروہ ہے، اور دوسری روایت میں مکروہ نہیں، کیونکہ ہمارے سید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''انہوں نے (قضائے حاجت کے وقت) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شام کی طرف رُخ کر کے، قبلہ کی طرف پشت کرنے

کی حالت میں دیکھا‘‘، اورایک دلیل یہ بھی ہے کہ قبلہ کی طرف پشت کرنے کی حالت میں شرم گاہ کا رُخ قبلہ کی طرف نہیں ہوتا، بلکہ زمین کی طرف ہوتا ہے، برخلاف قبلہ کی طرف رُخ کرنے کی حالت کے (کہ اس صورت میں شرمگاہ کا رُخ قبلہ کی طرف ہوتا ہے) مذکورہ حکم اس وقت ہے، جبکہ فضاء اور جنگل میں ہو، اور اگر آبادی اور گھروں کے اندر ہو، تو ہمارے نزدیک یہی حکم ہے، لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک گھروں کے اندر قضائے حاجت کرتے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنے (اور پشت کرنے) میں کوئی حرج نہیں (بدائع الصنائع)

اس قسم کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رُخ اور پشت کرنا ایک روایت کے مطابق مکروہ ہے، جس کو متعدد حنفیہ نے کراہتِ تحریمی پر محمول کیا ہے، اور یہی روایت مشہور ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے دوسری روایت قبلہ کی طرف رُخ کرنے کے مکروہ ہونے اور قبلہ کی طرف پشت کرنے کے مکروہ نہ ہونے کی مروی ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے تیسری روایت قبلہ کی طرف رُخ کرنے اور قبلہ کی طرف پشت کرنے کے مکروہ نہ ہونے کی مروی ہے۔

پھر مکروہ ہونے اور نہ ہونے کی روایات کے درمیان بعض حضرات نے تطبیق دیتے ہوئے اس کو ترجیح دی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قضائے حاجت کے وقت بیتُ اللہ کی طرف رخ یا پشت کرنا مکروہ تحریمی کے بجائے مکروہ تنزیہی ہے، ایک روایت میں اس کو مکروہ ہونے سے تعبیر کیا، اور دوسری روایت میں اس کو مکروہ نہ ہونے سے تعبیر کیا، کیونکہ کراہتِ تنزیہی میں گناہ نہیں ہوتا، اس لیے اس کو مباح ہونے یا مکروہ نہ ہونے سے بھی تعبیر کیا جانا درست ہے۔

اور امام احمد رحمہ اللہ سے ایک روایت پشت کرنے کے مکروہ نہ ہونے کی مروی ہے۔

جبکہ امام احمد رحمہ اللہ کی دوسری روایت کے مطابق، اور امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے مذہب کے مطابق قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنے اور پشت کرنے کی ممانعت اس وقت ہے، جبکہ جنگل اور کھلی فضاء کے اندر قضائے حاجت کی جائے، اور اگر آبادی کے اندر یا

www.idaraghufran.org

ایسے بیت الخلاء میں قضائے حاجت کی جائے، جس میں قبلہ کی طرف کوئی در و دیوار یا دروازہ یا پردہ وغیرہ حائل ہو، تو پھر اس طرف رُخ یا پشت کرکے، قضائے حاجت کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ [1]

[1] وفی استقبالها بالفرج واستدبارها أربعة أقوال لأهل العلم.

الأول: أنه يحرم استقبالها واستدبارها فی الصحراء والبنيان، وهو قول أبی أيوب الأنصاری، واسمه خالد بن زيد النجاری شهد بدرا ومات فی زمان معاوية – رضی الله عنه – سنة خمسين وقيل: سنة اثنتين وخمسين بأرض قسطنطينية، وقول مجاهد والنخعی والثوری وأبی ثور ورواية عن أحمد.

القول الثانی: أنه حرام فی الصحراء جائز فی البنيان بشرط أن يكون بينه وبين الجدار ثلاثة أذرع فما دونها وارتفاعه قدر مؤخرة الرحل، فهو حرام، إلا أن يكون فی بيت مبنی لذلک فلا حرج فيه، وكذا لو ستر فی الصحراء بشیء من ذلک، قال الثوری: وهذا قول العباس بن عبد المطلب وعبد الله بن عمر والشعبی ومالک والشافعی ورواية عن أحمد.

قلت: هذا الإطلاق عن الثوری خطأ؛ لأنه لا يمكنه بعد الشرطين اللذين شرطهما لمذهبه عنهم مع أنهما لا أصل لهما ولا نص عليهما دليل شرعی.

والقول الثالث: يجوز ذلک فيهما، وبه قال عروة بن الزبير وربيعة وداود.

والقول الرابع: يحرم استقبالها فيه.

وهذا القول ذكره المصنف غير أنه روی عن أبی حنيفة عدم منع الاستدبار، وبه قال أحمد – رحمه الله – فی رواية..........

م :(والاستدبار يكره فی رواية) : ش :يعنی عن أبی هريرة وهو الأصح م :(لما فيه) ش :أی فی الاستدبار م: (من ترک التعظيم) ش :للقبلة م :(ولا يكره فی رواية) ش :أی عن أبی حنيفة، وفی "جامع الأسبيجابی " عن أبی حنيفة فی هذه المسألة ثلاث روايات، فی رواية :كره الاستقبال والاستدبار، وفی رواية كره الاستقبال دون الاستدبار، وفی رواية :لم يكرهما وبه قال داود، فی كل ذلک جاء ت الآثار، وذكر أبو اليسر أما الاستدبار فلا بأس به، وقال بعضهم إن كان ذلک ساقطا علی الأرض فلا بأس به ولو كان رافعا (ثوبه) قالوا :ينبغی أن يكون مكروها لأن عورته تكون إلی القبلة، وأما نهيه عن الاستدبار فكأنه قال ذلک فی حق أهل المدينة لأنهم إذا استدبروا صاروا متوجهين إلی بيت المقدس، فيكره الاستدبار تعظيما لبيت المقدس.

م :(لأن المستدبر فرجه غير موازی للقبلة) ش :فرجه منصوب؛ لأنه بدل من المستدبر بدل البعض من الكل، وغير موازی كلام إضافی مرفوع؛ لأنه خبر إن، ومعنی غير موازی غير محاز للقبلة، والموازاة المقابلة والمواجهة، وأصله إذا كان مهموز الفاء ومعتل اللام، يقال آزيته إذا حاذيته ولا يقل وازيته، قاله الجوهری وغيره حازه علی تخفيف الهمزة وقلبها م :(وما ينحط منه ينحط إلی الأرض) ش :أی وما ينزل منه من البول ينحط إلی الأرض غير محاذ للقبلة.

م :(بخلاف المستقبل) ش :بكسر الباء علی صيغة الفاعل م :(لأن فرجه مواز لها) ش :أی للقبلة م :(وما ينحط منه ينحط إليها) ش :أی إلی القبلة لأنه متوجه إليها، وقال الشافعی :إنما يكره ذلک كله فی الفضاء، فأما فی الأكنفة فلا (البناية شرح الهداية، ج۲، ص ۲۶۶ الیٰ ۲۶۸ ملخصاً، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة و ما يكره فيها، فصل ويكره استقبال القبلة بالفرج فی الخلاء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر اگر کوئی کھلی فضاء میں قضائے حاجت کرے، اوراس کے اور قبلہ کے درمیان کوئی حائل موجود ہو، خواہ درو دیوار یا دروازہ یا کوئی پردہ، جس کی اونچائی تین ذراع (تقریباً ساڑھے 4فٹ) یا اس سے زیادہ ہو، اور قضائے حاجت کرنے والے سے تین ذراع (تقریباً ساڑھے 4فٹ) سے زیادہ فاصلہ پر نہ ہو، تو بھی ان کے نزدیک ممانعت نہیں۔ [1]

جن حضرات نے استقبال واستدبار دونوں کو جنگل اور آبادی میں ممنوع ومکروہ قرار دیا ہے، انہوں نے اس سلسلہ میں وارد شدہ مطلق اور عام احادیث سے استدلال کیا ہے، جن میں قضائے حاجت کے وقت استقبال واستدبار دونوں کی ممانعت کا ذکر آیا ہے۔ [2]

اور جن حضرات نے آبادی کے اندر اور کھلی فضاء کے مابین حکم میں فرق کیا ہے، انہوں نے بعض روایات سے بھی استدلال کیا ہے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾(فرع)فی مذاهب العلماء فی استقبال القبلة واستدبارها ببول أو غائط هی أربعة مذاهب أحدها مذهب الشافعی أن ذلک حرام فی الصحراء جائز فی البنیان علی ما سبق وهذا قول العباس ابن عبد المطلب وعبد الله بن عمر والشعبی ومالک وإسحاق ورواية عن أحمد.

والمذهب الثانی يحرم ذلک فی الصحراء والبناء وهو قول أبی أيوب الأنصاری الصحابی ومجاهد والنخعی والثوری وأبی ثور ورواية عن أحمد. والثالث يجوز ذلک فی البناء والصحراء وهو قول عروة بن الزبير وربيعة وداود الظاهری. والرابع يحرم الاستقبال فی الصحراء والبناء ويحل الاستدبار فيهما وهو رواية عن أبی حنيفة وأحمد(المجموع شرح المهذب، ج۲،ص ۸۱،باب الاستطابة)

[1] والاعتبار فی الجواز فی البنيان والتحريم فی الصحراء بالساتر وعدمه، فحيث كان فی الصحراء ولم يكن بينه وبينها ساتر أو كان وهو قصير -لا يبلغ ارتفاعه ثلثی ذراع أو بلغ ذلک وبعد عنه أكثر من ثلاثة أذرع حرم وإلا فلا، فی البنيان يشترط الستر كما ذكرنا وإلا فيحرمان إلا فيما بنی لذلک وهذا التفصيل للخراسانيين وصححه فی المجموع(إرشاد الساری لشرح صحيح البخاری،ج ۱،ص ۲۳۵،باب لا يستقبل القبلة ببول أو غائط، إلا عند البناء :جدار أو نحوه)

[2] عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الأَنْصَارِيِّ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الغَائِطَ، فَلاَ يَسْتَقْبِلِ القِبْلَةَ وَلاَ يُوَلِّهَا ظَهْرَهُ، شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا(صحيح البخاری، رقم الحديث ۱۴۴)

عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله -صلَّى الله عليه وسلم-: " إنَّما أنا لكم بمنزلةِ الوالدِ أُعلِّمُكُم، فإذا أتى أحدُكُمُ الغائِطَ فلا يَستَقبِلِ القبلَةَ، ولا يَستَدبِرْها، ولا يَستَطِبْ بيمينِهِ "وكان يأمُرُ بثلاثةِ أحجارٍ، وينهى عن الرَّوْثِ والرِّمَّة (سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ۸)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوی من أجل محمد بن عجلان (حاشية سنن ابی داوٗد)

[3] عن عبد الله بن عُمر، قال :لقد ارتقيتُ على ظَهرِ البيتِ فرأيتُ رسولَ الله -صلَّى الله عليه وسلم -على لَبِنَتَينِ مُستَقبِلَ بيتِ المقدِسِ لحاجتِهِ(سنن أبی داود، رقم الحديث ۱۲، باب الرُّخصة فی ذلک)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس کے علاوہ ان حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنے یا پشت کرنے کی ممانعت والی احادیث میں''الغائط'' کالفظ استعمال ہوا ہے،جس کےلغت میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح (حاشیة سنن ابی داوٗد)

عن جابر بن عبد الله، قال :نهى نبيُّ الله -صلى الله عليه وسلم -أن نَستقبِلَ القِبلَةَ ببولٍ، فرأيتُه قبلَ أن يُقبَضَ بعامٍ يَستقبِلُها(سنن أبی داود، رقم الحدیث ۱۳)

قال شعیب الارنؤوط:إسناده حسن (حاشیة سنن ابی داوٗد)

عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ، قَالَ :رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، ثُمَّ جَلَسَ يَبُولُ إِلَيْهَا، فَقُلْتُ :يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَلَيْسَ قَدْ نُهِيَ عَنْ هَذَا؟ قَالَ :إِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذَلِكَ فِي الْفَضَاءِ، فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُكَ فَلَا بَأْسَ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۵۵۱)

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ، فَقَدِ احْتَجَّ بِالْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ .وَلَهُ شَاهِدٌ عَنْ جَابِرٍ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ .

وقال الذهبی فی التلخیص:علی شرط البخاری.

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةَ أَوْ نَسْتَقْبِلَهَا بِفُرُوجِنَا إِذَا أَهْرَقْنَا الْمَاءَ، ثُمَّ رَأَيْنَاهُ قَبْلَ مَوْتِهِ وَهُوَ يَبُولُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ (المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث ۵۵۲)

قال الذهبی:علی شرط مسلم.

حدَّثنا محمدُ بنُ يحيى بنِ فارسٍ، حدَّثنا صفوان بن عيسى، عن الحسن بن ذَكْوان، عن مروانَ الأصفر، قال:رأيتُ ابنَ عمر أناخَ راحِلَتَه مُستقبِلَ القِبلة، ثمَّ جلسَ يبولُ إليها، فقلتُ: يا أبا عبدِ الرحمن، أليس قد نُهِيَ عن هذا؟ قال: بلى، إنَّما نُهِيَ عن ذلك في الفَضَاء، فإذا كانَ بينكَ وبينَ القِبلةِ شيءٌ يَستُرُكَ فلا بأس (سنن ابی داوٗد، رقم الحدیث ۱۱)

قال شعیب الارنؤوط:إسناده ضعیف لضعف الحسن بن ذکوان(حاشیة سنن ابی داوٗد)

وقال الالبانی:

عن مروان الأصفر قال : رأيت ابن عمر أناخ راحلته مستقبل القبلة، ثمّ جلس يبول إليها، فقلت: أبا عبد الرحمن !أليس قد نُهي عن هذا؟ !قال: بلى؛ إنما نهى عن ذلك في الفضاء ، فإذا كان بينك وبين القبلة شيء يسترك؛ فلا بأس.

(قلت :إسناده حسن، ورجاله رجال "الصحيح ."وقد حسنه الحازمی، والحافظ فی "الفتح "، وصححه الد ارقطنی والحاکم والذ هبی) . إسناده :ثنا محمد بن يحيى بن قارس :ثنا صفوان بن عيسى عن الحسن بن ذكوان عن مروان الأصفر .وهذا إسناد حسن :محمد بن يحيى بن فارس : هو ابن يحيى بن عبد الله بن فارس الذهلي، ثقة حافظ، أحد الأعلام، روى له البخاری.

وصفوان بن عيسى ثقة من رجال مسلم.والحسن بن ذكوان ثقة من رجال البخاري، لكن فيه كلام، ولذلك أورده الذهبي في "الميزان "؛ وحكى أقوال الأئمة فيه، واعتمد هو على أنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

معنیٰ ’’کھلی فضاء میں الگ تھلگ جگہ‘‘ کے آتے ہیں، اگرچہ اس کا اطلاق مجازاً ہر قضائے حاجت کے عمل کے لیے ہونے لگا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صالح الحديث .وقال الحافظ في "التقريب :" "صدوق يخطىء ."

قلت :فمثله حسن الحديث إن شاء الله تعالى؛ ما لم يظهر خطأه.

وأما مروان الأصفر؛ فثقة من رجال الشيخين.

والحديث أخرجه الدارقطني أيضا 22)) ، والحاكم 1/154)) ، والبيهقي (1/92) -من طريقه، ومن طريق أبي داود -؛ كلهم عن صفوان به .وقال الدارقطني: "هذا صحيح، كلهم ثقات ." وقال الحاكم: "صحيح على شرط البخاري؛ فقد احتج بالحسن بن ذكوان !"ووافقه الذهبي!

وفيه نظر من وجهين، يعرفان مما سبق من الكلام على الحديث.

والحديث سكت عليه المنذري .وقال الحافظ في "الفتح 1/199) "):

"سنده لا بأس به ."ونقل الشوكاني عن "الفتح "أيضا أنه قال: "إسناده حسن ."وسكت عليه في "التلخيص ."وأخرجه الحازمي في "الاعتبار "(ص 26) وقال ":حديث حسن ."(صحيح أبي داود -،للألباني ، تحت رقم الحديث ٨)

[1] وأجيب بثلاثة أجوبة أحدها أنه تمسك بحقيقة الغائط لأنه المكان المطمئن من الأرض في الفضاء وهذه حقيقته اللغوية وإن كان قد صار يطلق على كل مكان أعد لذلك مجازا فيختص النهي به إذ الأصل في الإطلاق الحقيقة وهذا الجواب للإسماعيلي وهو أقواها.

ثانيها أن استقبال القبلة إنما يتحقق في الفضاء وأما الجدار والأبنية فإنها إذا استقبلت أضيف إليها الاستقبال عرفا قاله بن المنير ويتقوى بأن الأمكنة المعدة ليست صالحة لأن يصلى فيها فلا يكون فيها قبلة بحال وتعقب بأنه يلزم منه أن لا تصح صلاة من بينه وبين الكعبة مكان لا يصلح للصلاة وهو باطل.

ثالثها الاستثناء مستفاد من حديث بن عمر المذكور في الباب الذي بعده لأن حديث النبي صلى الله عليه وسلم كله كأنه شيء واحد قاله بن بطال وارتضاه بن التين وغيره لكن مقتضاه أن لا يبقى لتفصيل التراجم معنى فإن قيل لم حملتم الغائط على حقيقته ولم تحملوه على ما هو أعم من ذلك ليتناول الفضاء والبنيان لا سيما والصحابي راوي الحديث قد حمله على العموم فيهما لأنه قال كما سيأتي عند المصنف في باب قبلة أهل المدينة في أوائل الصلاة فقدمنا الشام فوجدنا مراحيض بنيت قبل القبلة فننحرف ونستغفر فالجواب أن أبا أيوب أعمل لفظ الغائط في حقيقته ومجازه وهو المعتمد وكأنه لم يبلغه حديث التخصيص ولولا أن حديث بن عمر دل على تخصيص ذلك بالأبنية لقلنا بالتعميم لكن العمل بالدليلين أولى من إلغاء أحدهما وقد جاء عن جابر فيما رواه أحمد وأبو داود وبن خزيمة وغيرهم تأييد ذلك ولفظه عند أحمد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهانا أن نستدبر القبلة أو نستقبلها بفروجنا إذا هرقنا الماء قال ثم رأيته قبل موته بعام يبول مستقبل القبلة والحق أنه ليس بناسخ لحديث النهي خلافا لمن زعمه بل هو محمول على أنه رآه في بناء أو نحوه لأن ذلك هو المعهود من حاله صلى الله عليه وسلم لمبالغته في التستر ورؤية بن عمر له كانت عن غير قصد كما سيأتي فكذا رواية جابر ودعوى خصوصية ذلك بالنبي صلى الله عليه وسلم لا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

علاوہ ازیں جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ حکم بیان فرمایا، اس وقت گھروں اور آبادیوں کے بجائے ، جنگلوں اور کھلی فضاؤں میں قضائے حاجت کا معمول تھا، لہٰذا ممانعت اسی طرزِ عمل کے ساتھ خاص ہونی چاہئے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

دليل عليها إذ الخصائص لا تثبت بالاحتمال ودل حديث بن عمر الآتى على جواز استدبار القبلة فى الأبنية وحديث جابر على جواز استقبالها ولولا ذلك لكان حديث أبى أيوب لا يخص من عمومه بحديث بن عمر إلا جواز الاستدبار فقط ولا يقال يلحق به الاستقبال قياسا لأنه لا يصح إلحاقه به لكونه فوقه.

وقد تمسك به قوم فقالوا بجواز الاستدبار دون الاستقبال حكى عن أبى حنيفة وأحمد.

وبالتفريق بين البنيان والصحراء مطلقا قال الجمهور وهو مذهب مالك والشافعي وإسحاق وهو أعدل الأقوال لإعماله جميع الأدلة ويؤيده من جهة النظر ما تقدم عن بن المنير أن الاستقبال فى البنيان مضاف إلى الجدار عرفا وبأن الأمكنة المعدة لذلك مأوى الشياطين فليست صالحة لكونها قبلة بخلاف الصحراء فيهما.

وقال قوم بالتحريم مطلقا وهو المشهور عن أبى حنيفة وأحمد وقال به أبو ثور صاحب الشافعي ورجحه من المالكية بن العربى ومن الظاهريه بن حزم. وحجتهم أن النهى مقدم على الإباحة ولم يصححه حديث جابر الذى أشرنا إليه.

وقال قوم بالجواز مطلقا وهو قول عائشة وعروة وربيعة وداود واعتلوا بأن الأحاديث تعارضت فليرجع إلى أصل الإباحة فهذه المذاهب الأربعة مشهورة عن العلماء ولم يحك النووى فى شرح المهذب غيرها .

وفى المسألة ثلاثة مذاهب أخرى منها جواز الاستدبار فى البنيان فقط تمسكا بظاهر حديث بن عمر وهو قول أبى يوسف.

ومنها التحريم مطلقا حتى فى القبلة المنسوخة وهى بيت المقدس وهو محكى عن إبراهيم وبن سيرين عملا بحديث معقل الأسدى نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نستقبل القبلتين ببول أو بغائط رواه أبو داود وغيره وهو حديث ضعيف لأن فيه راويا مجهول الحال وعلى تقدير صحته فالمراد بذلك أهل المدينة ومن على سمتها لأن استقبالهم بيت المقدس يستلزم استدبارهم الكعبة فالعلة استدبار الكعبة لا استقبال بيت المقدس وقد ادعى الخطابى الإجماع على عدم تحريم استقبال بيت المقدس لمن لا يستدبر فى استقباله الكعبة وفيه نظر لما ذكرناه عن إبراهيم وبن سيرين وقد قال به بعض الشافعية أيضا حكاه بن أبى الدم.

ومنها أن التحريم مختص بأهل المدينة ومن كان على سمتها فأما من كانت قبلته فى جهة المشرق أو المغرب فيجوز له الاستقبال والاستدبار مطلقا لعموم قوله شرقوا أو غربوا قاله أبو عوانة صاحب المزنى وعكسه البخارى فاستدل به على أنه ليس فى المشرق ولا فى المغرب قبلة (فتح البارى لابن حجر، ج ١، ص ٢٤٦، باب لا تستقبل القبلة)

[1] قال أبو عمر من الدليل على أن نهيه صلى الله عليه وسلم استقبال القبلة بالبول والغائط إنما عنى به الصحارى والفضاء والفيافى دون كنف البيوت.

قوله فى حديث عائشة استقبلوا بمقعد القبلة والمقعد لا يكون إلا فى البيوت

ومثل هذا حديث بن عمر كان منه بالمدينة رآه على سطح أشرف عليه منه فرآه على لبنتين يقضى حاجته إلى ناحية القبلة.

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

www.idaraghufran.org

اور جن حضرات نے قبلہ کی طرف رخ کرنے کو ممنوع قرار دیا، اور قبلہ کی طرف پشت کرنے کو جائز قرار دیا، انہوں نے ان احادیث سے استدلال کیا، جن میں قبلہ کی طرف صرف رخ کرنے کی ممانعت کا ذکر ہے۔ [1]

نیز ان حضرات نے ایک دلیل یہ بھی پیش کی کہ انسان کی نجاست کا خروج اس کے سامنے یا نیچے سے ہوتا ہے، پشت کی طرف سے نہیں ہوتا، لہٰذا پشت کرنے کی ممانعت نہ ہوگی، پھر بھی کوئی بچنے کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ويدل أيضا على ذلك أن متبرز القوم إنما كان أكثره في الصحراء وخارجا من البيوت. ألا ترى أن ما جاء في حديث الإفك من قول عائشة (رحمها الله) وكانت بيوتنا لا مراحيض لها وإنما أمرنا أمر العرب الأول تعني البعد في البراز

وقال بعض أصحابنا إنما وقع النهي عن الصحاري لأن الملائكة تصلي في الصحاري(الاستذكار، ج ٢،ص ٤٤٦،كتاب القبلة،باب الرخصة في استقبال القبلة لبول أو غائط)

[1] عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَيْدِيَّ، يَقُولُ :أَنَا أَوَّلُ مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -يَقُولُ" :لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ"، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ حَدَّثَ النَّاسَ بِذَلِكَ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٣١٧)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية سنن ابن ماجه)

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ، فَلَا يَسْتَقْبِلَنَّ الْقِبْلَةَ، وَلَكِنْ لِيُشَرِّقْ، أَوْ لِيُغَرِّبْ " "فَلَمَّا قَدِمْنَا الشَّامَ وَجَدْنَا مَرَاحِيضَ جُعِلَتْ نَحْوَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ وَنَسْتَغْفِرُ اللهَ "(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٣٥٢٤)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ،أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ :نَهَى رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنْ يَسْتَقْبِلَ الَّذِي يَذْهَبُ إِلَى الْغَائِطِ الْقِبْلَةَ، وَقَالَ " :شَرِّقُوا، أَوْ غَرِّبُوا(سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٣١٨)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية سنن ابن ماجه)

عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ :قِيلَ لَهُ :قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ قَالَ : فَقَالَ :أَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ، أَوْ بَوْلٍ(مسلم، رقم الحديث ٢٦٢"٥٧")

عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ :قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ لِعَبْدِ اللَّهِ :إِنِّي لَأَحْسَبُ صَاحِبَكُمْ قَدْ عَلَّمَكُمْ كُلَّ شَيْءٍ، حَتَّى عَلَّمَكُمْ كَيْفَ تَأْتُونَ الْخَلَاءَ؟، قَالَ :إِنْ كُنْتَ مُسْتَهْزِئًا، فَقَدْ عَلَّمَنَا أَنْ لَا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِفُرُوجِنَا(مسند البزار ،رقم الحديث ١٤٩٢)

قال الهيثمي:رواه البزار، ورجاله موثقون(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٠٥)

عن أبيه عن أبي حنيفة، عن حماد، عن إبراهيم، أن المشركين قالوا لأصحاب محمد صلى الله عليه وسلم وهم يستهزئون :إنا لنرى صاحبكم يعلمكم كيف تأتون الخلاء .قالوا :أجل .قالوا: فكيف يأمركم؟ قالوا :يأمرنا ألا نستقبل القبلة بفروجنا، ولا نستنجي بأيماننا، ولا برجيع، ولا بعظم، وألا نستنجي بدون ثلاثة أحجار(كتاب :الآثار،لأبي يوسف، رقم الحديث ٣٩)

اہتمام کرے، تو باعثِ فضیلت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ لَمْ يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، وَلَمْ يَسْتَدْبِرْهَا فِي الْغَائِطِ كُتِبَ لَهُ حَسَنَةٌ، وَمُحِيَ عَنْهُ سَيِّئَةٌ(المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث ۱۳۲۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قضائے حاجت کے وقت نہ تو قبلہ کی طرف رخ کیا، اور نہ پشت کی، تو اس کے لیے ایک نیک لکھی جائے گی، اور اس سے ایک گناہ مٹا دیا جائے گا (طبرانی)

خلاصہ یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مشہور روایت کے مطابق قضائے حاجت کے وقت بیتُ اللہ کی طرف رُخ اور پشت کا کرنا، آبادی اور کھلی فضاء دونوں میں مکروہ ہے، جس سے متعدد حضرات نے مکروہ تحریمی ہونا مراد لیا ہے۔

اور امام ابوحنیفہ کی دوسری روایت کے مطابق قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنا مکروہ ہے، اور پشت کرنا جائز ہے، امام احمد کی ایک روایت بھی اس کے مطابق ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تیسری روایت کے مطابق کراہت نہیں۔

جبکہ شافعیہ و مالکیہ اور حنابلہ کی ایک روایت کے مطابق یہ ممانعت جنگل اور کھلی فضاء کے ساتھ خاص ہے، آبادی میں یہ ممانعت نہیں، اور اگر کھلی فضاء میں قضائے حاجت کرنے والے اور قبلہ کے درمیان کوئی حائل موجود ہو، خواہ در و دیوار یا دروازہ یا کوئی پردہ، جس کی اونچائی تین ذراع (تقریباً ساڑھے 4 فٹ) یا اس سے زیادہ ہو، اور وہ حائل قضائے حاجت کرنے والے سے تین ذراع (تقریباً ساڑھے 4 فٹ) سے زیادہ فاصلہ پر نہ ہو، تو بھی ممانعت نہیں۔ [2]

[1] قال الهيثمي:رواه الطبراني في الأوسط، ورجاله رجال الصحيح، إلا شيخ الطبراني وشيخ شيخه، وهما ثقتان(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۰۱۴)

[2] يكره تحريما عند الحنفية ولو في البنيان استقبال القبلة واستدبارها بالفرج حال قضاء الحاجة، لقوله صلى الله عليه وسلم: إذا أتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ببول ولا غائط، ولكن شرقوا أو غربوا . وقال الجمهور غير الحنفية: لا يكره ذلك في المكان المعد لقضاء الحاجة، لحديث جابر: نهى النبي صلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور یہ بات ظاہر ہے کہ آج کل جو مختلف مقامات پر بیتُ الخلاء یا استنجاء خانے بنائے جاتے ہیں، ان میں اردگرد اتنا اونچا اور قریب میں حائل موجود ہوتا ہے، جس کی شافعیہ وغیرہ نے قید لگائی ہے، لہٰذا جو بیتُ الخلاء اس نوعیت کے ہوں، ان میں شافعیہ وغیرہ کے نزدیک قبلہ کی طرف رُخ یا پشت کرنے کی ممانعت نہیں ہوگی۔

اور جو بیتُ الخلاء آبادیوں کے اندر ہوتے ہیں، ان میں بدرجہ اولیٰ ممانعت نہیں ہوگی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الله عليه وسلم أن نستقبل القبلة ببول، فرأيته قبل أن يقبض بعام يستقبلها وهذا يحتمل أنه رآه في البنيان أو مستترا بشيء.

ويحرم استقبالها واستدبارها في البناء غير المعد لقضاء الحاجة، وفي الصحراء بدون ساتر مرتفع بقدر ثلثي ذراع تقريبا فأكثر، ولا يبعد عنه أكثر من ثلاثة أذرع، كما يحرم وطء الزوجة بدون ساتر في الفضاء، وإلا فلا حرمة، كأن كان في منزله، أو في الفضاء بساتر .ويكره استقبال عين الشمس والقمر بفرجه، لما فيهما من نور الله تعالى، ولكونهما آيتين عظيمتين، فإن استتر عنهما بشيء أو في المكان المعد فلا بأس، كما في القبلة .كما يكره استقبال الريح لئلا يرد عليه رشاش البول، فينجسه (الفقه الاسلامي و ادلته، ج ١، ص ٣٥٧ و ٣٥٨، القسم الاول، الباب الاول، الفصل الثالث)

[1] الخلاء في الأصل المكان الخالي.

وفي اصطلاح الفقهاء هو المكان المعد لقضاء الحاجة . والعلاقة أن قضاء الحاجة يكون في الخلاء.

الأحكام المتعلقة بقضاء الحاجة:

أحكام تتعلق بكيفية قضاء الحاجة:

أ – استقبال القبلة واستدبارها:

ذهب أكثر أهل العلم إلى أنه لا يجوز استقبال القبلة واستدبارها عند قضاء الحاجة ، لما روى أبو أيوب رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها، ولكن شرقوا، أو غربوا قال أبو أيوب: " فقدمنا الشام فوجدنا مراحيض بنيت قبل القبلة فننحرف، ونستغفر الله تعالى ، ولما ورد عن أبي هريرة: عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا جلس أحدكم على حاجته فلا يستقبل القبلة ولا يستدبرها .

وتتحقق حرمة الاستقبال والاستدبار هذه بشرطين:

أن يكون في الصحراء. أن يكون بلا حائل.

وأما في البنيان، أو إذا كان بينه وبين القبلة شيء يستره ففيه قولان:

أحدهما: لا يجوز أيضا، وهو قول أبي حنيفة في الصحيح والثوري، لعموم الأحاديث في النهي.

والثاني: يجوز استقبال القبلة واستدبارها في البنيان، وروى ذلك عن العباس وابن عمر رضى الله تعالى عنهم، وبه قال مالك والشافعي، وابن المنذر، لما روت عائشة رضى الله تعالى عنها: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم – ذكر له أن قوما يكرهون أن يستقبلوا بفروجهم القبلة، فقال: أراهم قد فعلوها؟ استقبلوا بمقعدتي القبلة .قال أبو عبد الله: أحسن ما روى الرخصة حديث عائشة رضى الله تعالى عنها، وعن مروان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

آج کل شہروں اور تنگ آبادیوں میں بعض اوقات بیتُ الخلاء کے سامنے اور پشت والے رُخ کا بیتُ اللہ سے ہٹا کر تعمیر کرنا، مشکل ہوجاتا ہے، اور آج کل جس قسم کی سیٹیں (WCs) چلی ہوئی ہیں، ان پر بیٹھ کر دائیں بائیں انحراف بھی مشکل ہوتا ہے، آج کل سفر کے دوران جہاز اور ریل وغیرہ بنے ہوئے تنگ بیتُ الخلاء میں بھی دائیں بائیں انحراف کی گنجائش نہیں ہوتی، یا اس طرح کرنے سے کسی حادثہ یا چوٹ لگنے وغیرہ کا خطرہ ہوتا ہے، ایسی صورت میں شافعیہ و مالکیہ کے مذہب اور امام احمد کی مشہور روایت کے مطابق اور امام ابوحنیفہ کی ایک روایت کے مطابق بیتُ الخلاء کو اس طرح تعمیر کرنے کی گنجائش ہے کہ اس میں بیٹھنے والے کا رُخ یا پشت بیتُ اللہ کی طرف ہو، لیکن ایسی صورت میں بھی اگر بیتُ اللہ کی طرف رُخ کرنے کے بجائے پشت کر کے گزارا ہوسکتا ہو، تو بیتُ اللہ کی طرف رُخ کرنے کے مقابلہ میں یہ زیادہ اہون اور ہلکی صورت ہے، جس کی امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کی ایک روایت کے مطابق گنجائش ہے، البتہ جب تک کوئی عذر نہ ہو، آبادی کے اندر بھی بہتر یہ ہے کہ بیتُ الخلاء کو اس طرح تعمیر کیا جائے کہ قضائے حاجت کرتے وقت نہ تو قبلہ کی طرف رُخ ہو، اور نہ پشت ہو۔ واللہ اعلم۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأصفر قال: رأيت ابن عمر رضى الله عنهما أناخ راحلته مستقبل القبلة، ثم جلس يبول إليها، فقلت: يا أبا عبد الرحمن أليس قد نهى عن هذا؟ قال: بلى، إنما نهى عن ذلك فى الفضاء فإذا كان بينك وبين القبلة شيء يسترك فلا بأس ، وهذا تفسير لنهى رسول الله صلى الله عليه وسلم وفيه جمع بين الأحاديث، فيتعين المصير إليه.

وعن أبى حنيفة يجوز استدبار الكعبة فى البنيان والفضاء جميعا، لأنه غير مقابل للقبلة، وما ينحط منه ينحط نحو الأرض بخلاف المستقبل، لأن فرجه مواز لها وما ينحط منه، ينحط إليها .

وبه قال أحمد فى رواية لما روى ابن عمر رضى الله عنهما قال: ارتقيت فوق ظهر بيت حفصة لبعض حاجتى فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقضى حاجته، مستدبر القبلة مستقبل الشام .

وقال الشافعية فى غير المكان المعد لقضاء الحاجة: لا تستقبل القبلة ببول ولا تستدبر بغائط، لأن الاستقبال جعل الشىء قبالة الوجه والاستدبار جعل الشىء جهة دبره، فلو استقبل وتغوط أو استدبر وبال لم يحرم، وكذا لو استقبل ولوى ذكره يمينا أو يسارا بخلاف عكسه .

فإن جلس مستقبلا لها غافلا، ثم تذكر انحرف ندبا، لحديث: من جلس يبول قبالة القبلة فذكر، فتحرف عنها إجلالا لها، لم يقم من مجلسه حتى يغفر له هذا إن أمكنه وإلا فلا بأس .

وقد صرح الحنفية بأنه يكره تحريما للمرأة إمساك صغير لبول أو غائط نحو القبلة، لأنه قد وجد الفعل من المرأة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴، ص ۵ الى ۷، مادة "قضاء الحاجة")

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

بندہ کے نام کے ساتھ ''خان'' کی نسبت

(یکم رجب المرجب1439ہجری)

بندہ کے ددھیالی رشتہ کی نسبت تھانہ بھون کی طرف ہے، بندہ کے دادا مرحوم ''منشی سلیمان صاحب رحمہ اللہ'' کا حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے والہانہ اور گہرا تعلق تھا، جس کی وجہ سے بندہ بچپن کے زمانہ اور پھر بعد میں طالبِ علمی کے زمانہ میں اپنے نام کے ساتھ ''تھانوی'' کی نسبت لگایا کرتا تھا، جب زمانۂ طالب علمی کے بعد بندہ کو کچھ علمی وعرفی اور معاشرتی شعور پیدا ہوا، تو بندہ نے اپنے نام کے ساتھ اس لفظ کی نسبت کے استعمال کو ترک کردیا، اور بندہ نے یہ عمل اس زمانہ میں اپنے شیخ حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ کی مشاورت وہدایت سے کیا، چنانچہ بندہ نے اس زمانہ میں حضرت والا رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ آج کل تھانوی کی نسبت ایک تو بہت سے حضرات صرف شہرت کے لیے لگاتے ہیں، اس میں ان کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے، دوسرے ''اشرفی، مدنی، قاسمی'' وغیرہ کی نسبتوں کو ہمارے متعدد اکابر، بالخصوص حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس لیے پسند نہیں کیا کہ اس کی وجہ سے اپنے اکابر اور بزرگوں کے مابین ایک طرح کی دھڑے بندی ظاہر ہوتی ہے، تیسرے اس قسم کی نسبت کی لاج رکھنا بھی ضروری ہے، اور ہمارا طرزِ عمل اور کردار اس قابل نہیں کہ اپنے نام کے ساتھ ہمہ وقت اس نسبت کا اظہار کریں، اور اپنے طرزِ عمل سے ان حضرات کے بدنام کنندہ بنیں۔

چنانچہ اسی زمانہ میں ایک مرتبہ بندہ سے ایک نو وارد نے آکر کہا کہ ''حضرت تھانوی سے ملنا ہے، کیا آپ ہی ہیں؟ جس سے بندہ کو بہت شرمندگی ہوئی، اور اس وقت اپنے شیخ حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ کو اطلاع دے کر ان کے مشورہ وہدایت سے اس نسبت کے استعمال کو ترک کردیا، اور اس

www.idaraghufran.org

کے بعد بندہ نے صرف ''محمد رضوان'' کا استعمال شروع کردیا، اور تعارف کے لیے بوقتِ ضرورت ساتھ میں ''مفتی'' کا لفظ بھی استعمال ہوتا رہا۔

لیکن گزشتہ دنوں معلوم ہوا کہ ''مفتی محمد رضوان'' کے نام سے موجودہ دور میں بعض دوسرے اصحابِ علم بھی موجود ہیں، بلکہ خود راولپنڈی میں قریب ہی ایک محلّہ کی مسجد میں ایک صاحب خطیب مقرر ہوئے، ان کا نام بھی یہی ہے، اور ان کی وجہ سے بندہ کے نام کے ساتھ لوگوں کو التباس واشتباہ ہوتا رہتا ہے، جس کے بعد بندہ نے اپنے موجودہ شیخ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی مشاورت سے، اپنے یہاں مشہور خاندانی نسبت ''خان'' کا استعمال شروع کردیا۔

یہ نسبت چونکہ بندہ کے یہاں خاندانی طور پر مشہور اور اس کا استعمال عام ہے، اور بہت سے مخصوص افراد ''خان صاحب'' کے نام سے ہی مشہور ہیں، اور بندہ کے شناختی کارڈ میں بھی شروع سے درج ہے، اور اس کے لیے فقہاء نے ''تسامع'' کو کافی قرار دیا ہے، جس کا تعلق متعلقہ خاندان سے ہے، خواہ کسی دوسرے خاندان والے اور دور پرے والے کو اس کا علم نہ ہو۔

مگر بندہ ''پشتو زبان'' والے خان حضرات سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ خان کی نسبت اس برادری کے اعتبار سے ہے، جس کے اعتبار سے مولانا سلیم اللہ خان صاحب، ڈاکٹر تنویر خان صاحب، نواب عشرت علی خان قیصر صاحب اور مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب رحمہم اللہ وغیرہ کی مشہور ہے، کیونکہ ''خان'' کی نسبت کئی اقوام میں چلتی ہے۔

پورا نسب نامہ تو بندہ کے پاس نہیں ہے، البتہ اتنا علم ہے کہ بندہ عجمی النسب ہے، اور بندہ کے نسب میں اوپر کسی جگہ غیر مسلم حضرات تک سلسلہ پہنچتا ہے، کسی زمانہ میں بعض آباواجداد مسلمان ہوئے تھے، لیکن چونکہ فقہائے کرام نے اس سلسلہ میں ''تسامع'' اور ''شہرت'' کو کافی قرار دیا ہے، اس لیے شرعی وفقہی لحاظ سے اس میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔

جہاں تک ناقدین ومعترضین کا تعلق ہے، تو ان کا منہ تو بند نہیں کیا جاسکتا، یہ سلسلہ تو قیامت تک چلتا رہے گا، کیونکہ جس طرح کسی سے محبت انسان کو اس کے عیوب ونقائص سے اندھا، بہرا کردیتی ہے، اسی طرح کسی سے بغض بھی اس کے محامد ومحاسن اور مباحات سے اندھا کردیتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

فقہی تفرد یا تفردات کے الزام کی حقیقت

(2/ رجب المرجب/ 1439 ہجری)

آج کل بعض علماء میں ایک دوسرے سے تحاسد وتباغض بہت زیادہ ہوگیا ہے، اس لیے وہ ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے میں لگے رہتے ہیں، بندہ کے ساتھ بھی کئی کرم فرماؤں کی طرف سے اس طرح کا رویہ سامنے آتا ہے، اور جہاں کسی کے علمی کام میں اعتراض یا نقص کی کوئی اور وجہ نہ ملے، وہاں فوراً دوسرے کی تحقیق پر ''تفردات'' کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔

گزشتہ دنوں بندہ کے پاس تفرد کے سلسلہ میں ایک سوال آیا تھا، جس کا بندہ نے تفصیلی جواب تحریر کیا، اور وہ جواب مستقل ایک کتابچہ کی شکل اختیار کر گیا۔

یہ مضمون تو ایک سوال کے جواب میں اتفاق سے تیار ہوا تھا، اس کے بعد مجھے اطلاع ملی کہ بعض حضرات، بندہ کی کتب سے تفردات جمع کر کے بندہ کے شیخ محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

ان حضرات کا مذکورہ طرزِ عمل سے مقصد خواہ کوئی بھی ہو، لیکن یہ بات سن کر بندہ کو بحمداللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی خوف لاحق نہ ہوا، بلکہ خوشی ہوئی کہ بندہ کے شیخِ محترم انتہائی مصروف شخصیت ہیں، اور ان کو بندہ کی تالیفات کا بالاستیعاب مطالعہ فرما کر تفردات کو تلاش کرنا مشکل ہوگا، یہ کام اللہ تعالیٰ ان حضرات کے ذریعہ سے لے لے گا کہ وہ بندہ کی تالیفات کا مطالعہ کر کے ان میں سے اجمالی تفردات نکال کر حضرت والا کو پیش کر دیں گے، جس کے لیے انہیں بندہ کی تحریرات کا حوالہ بھی دینا پڑے گا، اور اس طرح حضرت والا کو بندہ کے ان تفردات پر نظر ڈالنے کا آسانی موقع میسر آ جائے گا، اور ساتھ ہی متعلقہ مقامات کو ملاحظہ کرنے کا بھی، پھر اس کے بعد حضرت خود نتیجہ اخذ فرما لیں گے کہ یہ تفردات میں داخل ہیں یا نہیں؟ اور دونوں صورتوں میں بندہ کو بھی غور کرنے کا موقع حاصل ہو جائے گا، جس کے بعد بندہ کی طرف سے یا توضیح وتشریح ہوگی، یا رجوع ہوگا، اور دونوں صورتوں میں بندہ کو فائدہ ہی ہوگا، بلکہ اگر یہ حضرات، خود براہِ راست بندہ کو ہی وہ تفردات لکھ کر بھیجیں، اور ان کے تفردات ہونے کی دلیل اور وجہ بھی بیان کریں، تو اس صورت میں بھی بندہ مذکورہ طرزِ عمل

www.idaraghufran.org

ان شاء اللہ تعالیٰ اختیار کرے گا، کیونکہ بندہ دین کے معاملہ کوکسی کی ذات کی ہار جیت یااونچ نیچ کا کھیل نہیں سمجھتا، بلکہ خود بندہ کے شیخِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی اصلاحی عریضوں کے جواب میں تحریر شدہ ہدایات بندہ کے پاس موجود ہیں،ایک مرتبہ حضرت والا نے بندہ کوجواب میں تحریر فرمایا کہ:

''مقصد رضائے حق ہے نہ کہ رضائے مخلوق، جو بات فیما بیننا و بین اللہ درست سمجھتے ہوں، اس پر مخلوق کی ناپسندیدگی سے کبھی اثر نہ لینا چاہیئے، اور انہیں معذور سمجھنا چاہیئے۔اور دیگر حضرات واکابر سے فقہی اختلاف ہونے کی صورت میں نہایت تواضع کے ساتھ اپنے رجحان کا ذکر کیا جائے،اوراس کے خلاف، دلیل آ جانے پر رجوع میں کوئی رُکاوٹ بھی دل میں نہ ہو''۔

آج کل بہت سے علماء میں یہ مرض عام ہوتا جارہا ہے کہ وہ جب اپنے حلقہ میں کسی خاص فقہی معروف قول کے خلاف کسی عالم وفقیہ کا قول ملاحظہ کرتے ہیں،تو اس کے خلاف دلائل پیش کرنے اور تحقیق کرنے کے بجائے فوراً اس پر تفرد کا الزام قائم کر کے اس کو رَد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ اس طرح کے الزام دینے سے وہ قول مردود یا نا قابلِ اعتبار قرار نہیں پاتا،اور نہ ہی کسی کے کہنے اور دعویٰ کرنے سے کوئی قول ''تفرد'' کے زمرے میں داخل ہوجاتا، ورنہ تو خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دوسرے فقہاء کے بہت سے اقوال بھی نا قابلِ اعتبار قرار پانا چاہییں۔

اس سلسلہ میں علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کا ایک نہایت محقق رسالہ ہے، جس کا نام ''**التدقیق الاقوم فی تحقیق السواد الاعظم** ''ہے،یہ رسالہ''امداد الاحکام'' کی چوتھی جلد میں شائع ہوا ہے،اس رسالہ میں علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے موجودہ دور میں تفرد کے الزام کی حقیقت کواچھی طرح واضح کیا ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے کئی مبہم ومجمل امور کی پردہ کشائی فرمادی ہے،اورانہوں نے ساتھ ہی اس سلسلہ میں پیش کیے جانے والے مختلف شبہات کا جواب بھی دیا ہے،اس رسالہ کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

فرماتے ہیں:

جبکہ اختلاف مسائلِ شرعیہ فرعیہ میں ہو، جماعتِ کثیرہ کا اتباع لازم نہیں، جماعتِ قلیلہ یا عالمِ واحد کی رائے ، جمہور کے خلاف بھی ہو، تب بھی اس میں احتمال ،صواب کا اسی طرح ہے، جس طرح جمہور کی رائے میں احتمال ،صواب کا ہے۔

علمائے امت کا زمانۂ صحابہ سے اس وقت تک تعامل چلا آرہا ہے کہ انہوں نے مسائلِ مختلف فیہا میں کسی امام کے قول کو اس وجہ سے ترک نہیں کیا کہ یہ قول جمہور کے خلاف ہے، اور شخصِ واحد یا جماعتِ قلیلہ کا قول ہے (امدادالاحکام، ج۴، ص۳۷۴، کتاب المتفرقات، رسالہ ''التدقیق الاقوم فی تحقیق السواد الاعظم'' مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع اول 1421ہجری)

تفرد کے مسئلہ کی مکمل و مدلل تفصیل و تحقیق بندہ نے اپنی ایک تازہ تالیف ''تفرد کی حقیقت'' میں ذکر کردی ہے، جس میں علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کے مذکورہ رسالہ کی تفصیلی عبارات بھی مفید توضیحات کے ساتھ مذکور ہیں، اور مسئلہ ہٰذا کے مختلف پہلوؤں پر بحمداللہ تعالیٰ الگ الگ مدلل و مفصل کلام کیا گیا ہے، اُمید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی یہ رسالہ شائع ہو کر منظرِ عام پر آجائے گا، اور اس سے اہلِ انصاف اور اعتدال پسند حضرات کو شبہات کے ازالہ کا موقع حاصل ہوگا، متشددین اور غالین اور غیر منصفین کا معاملہ الگ ہے۔

TOYOTA GENUINE PARTS

حافظ احسن: 0322-4410682

HONDA GENUINE PARTS

اشرف آٹوز

ٹویوٹا اور ہنڈا کے جینئن اور رپلیسمنٹ باڈی پارٹس دستیاب ہیں

این ای-3956، چکلالہ روڈ
بالمقابل پی ایس او پٹرول پمپ
چاہ سلطان، راولپنڈی
Ph:051-5702727

4318-C
چوک گوالمنڈی، راولپنڈی
Ph:051- 5530500
5530555

ashrafautos.rawalpindi@gmail.com

مقالات ومضامین

مولانا شعیب احمد

اچھے برے خواب کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت

سوتے ہوئے خواب میں بعض اوقات انسان ایسے مناظر واحوال دیکھتا ہے جو اس کے لیے تشویش کا باعث ہوتے ہیں ۔بالخصوص بُرے خواب عموماً پریشانی اور الجھن کا سبب ہوا کرتے ہیں۔

جبکہ واقعہ یہ ہے کہ اس باب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی واضح اور آسان ہدایات ارشاد فرمادی ہیں کہ جن کو سمجھ کر اور ان پر عمل کر کے بہت سی پریشانیوں اور الجھنوں سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

ذیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہی ارشادات اور ان کی کچھ ضروری تشریح تحریر کی جاتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا، فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ اللَّهِ، فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ بِهَا، وَإِذَا رَأَى غَيْرَ ذَلِكَ مِمَّا يَكْرَهُ، فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا، وَلَا يَذْكُرْهَا لِأَحَدٍ، فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ“ (صحيح البخاری، رقم الحديث: ٦٩٨، كتاب التعبير، باب الرؤيا من الله)

”جب تم میں سے کوئی اچھا خواب دیکھے تو بے شک وہ اللہ کی طرف سے ہے، اسے چاہیے کہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور اس (خواب) کو بیان کرے، اور جب کوئی اس کے سوا برا خواب دیکھے تو بے شک وہ شیطان کی طرف سے ہے، سو اس سے اللہ کی پناہ مانگے اور اس (خواب) کو کسی سے ذکر نہ کرے، تو بے شک وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا“ (بخاری)

صحیح مسلم میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں:

”الرُّؤْيَا مِنَ اللهِ، وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ، فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا، فَإِنَّهَا لَنْ

www.idaraghufran.org

تَضُرَّہُ“ (صحیح مسلم،رقم الحدیث: ۲۲۶۱،کتاب الرؤیا)

”اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں، اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، سو جب تم میں سے کوئی برا خواب دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھتکار دے اور اللہ کی پناہ مانگے اس (خواب) کے شر سے، تو بے شک وہ ہرگز بھی اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا“ (مسلم) [1]

ان احادیث کی روشنی میں حاصل ہونے والی معلومات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

اچھا خواب ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، اس پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور اس خواب کو اپنے خیر خواہوں کے سامنے بیان کرنے میں حرج نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا طرزِ عمل بھی یہی تھا۔ چنانچہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ: مَنْ رَأَى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟ قَالَ: فَإِنْ رَأَى أَحَدٌ قَصَّهَا، فَيَقُولُ: مَا شَاءَ اللَّهُ فَسَأَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ: هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ رُؤْيَا؟ قُلْنَا: لا، قَالَ: لَكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ...الخ“ (صحيح البخاری، رقم الحدیث: ۱۳۸۶،کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرکین)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تو ہماری طرف متوجہ ہوتے اور سوال فرماتے: رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ فرماتے ہیں اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ بیان کرتا، پس آپ علیہ السلام اس کے جواب میں جو فرمانا ہوتا فرما دیتے، ایک دن اسی طرح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: لیکن میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے...(اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ

[1] ملحوظ رہے کہ حلم برے اور فاسد خیالات پر مشتمل خوابوں کو کہا جاتا ہے۔ ترجمہ میں اس مفہوم کی رعایت کرتے ہوئے حلم کو برے خواب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (والحلم من الشَّيْطَان) أَی: الرُّؤْيَا الْغَيْر الصَّالِحَة أَی: الكاذبة، أَو السَّيئَة. (عمدة القاری، ج: ۱۵ ص: ۱۸۰،کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس وجنوده)

www.idaraghufran.org

وسلم نے اپنا طویل خواب بیان فرمایا) الخ (بخاری)

تاہم اگر کوئی اپنا اچھا خواب کسی کے سامنے بیان نہیں کرتا اور نہ ہی کسی سے اس کا تذکرہ کرتا ہے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ ¹

رہا معاملہ برے خواب کا۔ تو برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ جب کبھی سوتے میں برا خواب نظر آئے تو احادیث کی رو سے اپنے بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دینا چاہیے اور کروٹ بدل لینی چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ شیطان سے اور برے خواب سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ ²

علاوہ ازیں برا خواب کسی سے بیان نہیں کرنا چاہیے۔

مندرجہ بالا امور پر عمل پیرا ہونے کے بعد مطمئن ہو جانا چاہیے اور کسی قسم کے خوف اور واہمے میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے۔ کیونکہ ان امور پر عمل کرنے کے بعد برے خواب کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

خواب کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں کتنی عمدہ تعلیمات ارشاد فرمائی ہیں۔

انسان فقط ان احادیث کو مدِ نظر رکھ لے اور ان پر عمل کا معمول بنا لے تو خواب دیکھ کر الجھن میں پڑنے اور پریشان ہونے کی نوبت ہی نہ آئے۔

---

¹ چنانچہ ایک دوسری روایت میں وضاحت موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا کہ اگر جی چاہے تو اچھا خواب بیان کردو۔ فَإِنْ رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا تُعْجِبُهُ فَلْيَقُصَّهَا، إِنْ شَاءَ. (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث: ٣٩٠٦، كتاب تعبير الرؤيا، باب الرؤيا ثلاث) [حكم الألباني] صحيح دون قوله فإذا رأى. (حاشية سنن ابنِ ماجه)

² وَإِنْ رَأَى مَا يَكْرَهُ فَلْيَتْفُلْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشَرِّهَا. (صحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٢٦١، كتاب الرؤيا)

پروپرائیٹر: وسیم ریاض

ریاض سٹیل فرنیچر اینڈ الماری سنٹر

ہمارے ہاں الماری، کیبنٹ، سیف، آفس فرنیچر وغیرہ دستیاب ہیں

دوکان نمبر: M-76,77
وارث خان بس سٹاپ، راولپنڈی

Tel: 051-5500104
Ph: 051-5962645
Mob: 0333-5585721

بسلسلہ: تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ رمضان: نویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ رمضان ۸۰۱ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ ناصرالدین احمد بن محمد بن محمد بن محمد بن عطا بن عواض تنسی سکندری مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی لیوسف بن تغری، ج۲ ص ۱۵۳)

□......ماہِ رمضان ۸۰۲ھ: میں حضرت جلال الدین ابوطاہر احمد بن محمد بن محمد بن ابومحمد خجندی حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج۱ ص ۴۰۰)

□......ماہِ رمضان ۸۰۳ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ موفق الدین احمد بن نصر اللہ بن احمد بن محمد بن ابوالفتح بن ہاشم عسقلانی کنانی حنبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی لیوسف بن تغری، ج۲ ص ۲۴۲)

□......ماہِ رمضان ۸۰۳ھ: میں حضرت شہاب الدین ابوالعباس احمد بن راشد بن طرخان ملکاوی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (طبقات الشافعیۃ لابن قاضی الشبھۃ، ج۴ ص ۱۵)

□......ماہِ رمضان ۸۰۴ھ: میں حضرت احمد بن محمد بن محمد بن ناصح مصری قرافی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی لیوسف بن تغری، ج۲ ص ۸۷)

□......ماہِ رمضان ۸۰۷ھ: میں حضرت حافظ نورالدین ابوالحسن علی بن ابوبکر بن سلیمان بن عمر بن صالح عراقی ہیثمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (طبقات الحفاظ للسیوطی، ج۱ ص ۵۴۶)

□......ماہِ رمضان ۸۰۸ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن محمد بن حسن بن محمد حضرمی اشبیلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج۲ ص ۱۰۱)

□......ماہِ رمضان ۸۰۹ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد بن عبیداللہ عجیمی حنبلی نحوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ للسیوطی، ج۱ ص ۳۲۰)

□......ماہِ رمضان ۸۱۵ھ: میں حضرت زین الدین ابوالخیر محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن ابوبکر طبری مکی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج۱ ص ۷۷)

www.idaraghufran.org

□......ماہِ رمضان ۸۱۷ھ: میں حضرت قاضی محمد بن عبداللہ بن ظہیرہ بن احمد بن عطیہ بن ظہیرہ بن مرزوق بن محمد بن سلیمان قرشی مخزومی مکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(طبقات الشافعية لابن قاضی الشبهة، ج۴ص ۵۶)

□......ماہِ رمضان ۸۱۸ھ: میں حضرت شمس الدین محمد بن جلال بن احمد بن یوسف تبانی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (بغية الوعاة فی طبقات اللغويين والنحاة للسيوطی، ج ا ص ۷۲)

□......ماہِ رمضان ۸۲۹ھ: میں حضرت قاضی شہاب الدین احمد بن محمد بن مکنون دمیاطی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (المنهل الصافی والمستوفی بعد الوافی ليوسف بن تغری، ج۲ ص ۱۲۸)

□......ماہِ رمضان ۸۳۵ھ: میں حضرت قاضی شہاب الدین احمد بن صالح بن احمد بن عمر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (المنهل الصافی والمستوفی بعد الوافی ليوسف بن تغری، ج ا ص ۳۲۲)

□......ماہِ رمضان ۸۳۹ھ: میں حضرت ہمام الدین احمد بن عبدالعزیز شیرازی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (بغية الوعاة فی طبقات اللغويين والنحاة للسيوطی، ج ا ص ۳۲۶)

□......ماہِ رمضان ۸۴۱ھ: میں حضرت علاء الدین علی بن محمد بن حمد بن محمد بخاری حنفی نحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (بغية الوعاة فی طبقات اللغويين والنحاة للسيوطی، ج۲ ص ۲۰۰)

□......ماہِ رمضان ۸۴۲ھ: میں حضرت علم الدین احمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن ابوبکر بن عیسیٰ بن بدران اخنائی مکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(المنهل الصافی والمستوفی بعد الوافی ليوسف بن تغری، ج۲ ص ۱۴۶)

□......ماہِ رمضان ۸۴۴ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد بن حسین بن ارسلان مقدسی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (المنهل الصافی والمستوفی بعد الوافی ليوسف بن تغری، ج ا ص ۲۸۸)

□......ماہِ رمضان ۸۴۵ھ: میں حضرت تقی الدین احمد بن علی بن عبدالقادر بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن تمیم بن عبدالصمد مقریزی مصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(المنهل الصافی والمستوفی بعد الوافی ليوسف بن تغری، ج ا ص ۴۲۰)

□......ماہِ رمضان ۸۴۶ھ: میں حضرت عباد بن علی بن صالح بن عبدالمنعم بن سراج بن نجم بن فضل بن فہد بن عمرو انصاری خزرجی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(بغية الوعاة فی طبقات اللغويين والنحاة للسيوطی، ج۲ ص ۲۶)

www.idaraghufran.org

علم کے مینار | امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (قسط: 33) | مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امام ابوحنیفہ کے تلامذہ اور ان کے مختصر حالات (آخری حصہ)

(3)......امام زفر

امام زفر رحمہ اللہ کا شمار، امام ابوحنیفہ کے مشہور اور کبار تلامذہ میں ہوتا ہے، آپ امام ابو یوسف اور امام محمد کے بعد امام صاحب رحمہ اللہ کے تیسرے بڑے شاگرد ہیں، مگر صحبت کے اعتبار سے ان دونوں حضرات سے مقدم ہیں، کیونکہ آپ امام صاحب کے حلقۂ درس میں کثرت سے موجود رہتے تھے۔

آپ کا مکمل نام ''زفر بن هذيل بن قيس '' ہے، آپ کے آباء واجداد اصبہان کے رہنے والے تھے، آپ وقت کے مشہور امام، فقیہ اور مجتہد تھے، وقت کے ذہین ترین افراد میں شمار تھا، آپ امام صاحب کی آراء وآثار کو کثرت سے روایت کرتے ہیں، اور امام صاحب کے دیگر تلامذہ میں قیاس و اجتہاد کے ماہرین میں شمار ہوتے ہیں، آپ سے منقول مسائل عام طور پر قیاس کے اصولوں کے مطابق ہوتے ہیں، کتبِ سیر وسوانح میں آپ کو ''اقيس اصحابي ''اور'' هو أقيسهم ''اور'' كان أقيس أصحابه '' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، امام صاحب خود بھی آپ کے متعلق ''اقيس اصحابي ''فرمایا کرتے تھے یعنی زفر میرے اصحاب میں زیادہ قیاس کرنے والے ہیں۔

کتبِ فقہ میں سوائے چند مسائل کے، آپ کا امام ابو یوسف اور امام محمد سے کثرت سے اختلاف منقول ہے، مگر آپ کا یہ قول بھی کہیں نہ کہیں امام صاحب سے ہی منقول ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نگرانی اور رہنمائی میں فقہ حنفی کو ان کے جن چالیس شاگردوں نے باقاعدہ مدون ومرتب کیا، ان میں امام ابو یوسف، امام محمد کے بعد خاص طور پر آپ کا نام بھی شامل ہے۔

آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بڑے تلامذہ میں سے تھے، آپ کو امام صاحب سے کافی لگاؤ تھا، ان کی مجلس میں کثرت سے آنا جانا تھا، امام صاحب سے علم کا بڑا حصہ حاصل کیا تھا، اور آپ امام صاحب کے ان شاگردوں میں سے تھے کہ جن کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ''تم

www.idaraghufran.org

لوگ میرے دل کا سرور ہو، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو، میں نے تمہیں تفقہ فی الدین میں اس قابل بنادیا ہے کہ لوگ تمہاری اتباع میں دوڑتے ہوئے آئیں گے"۔

عمر بن سلیمان عطار فرماتے ہیں کہ میں جب کوفہ میں تھا، تو میں ابو حنیفہ کی مجالس میں آیا جایا کرتا تھا، اس دوران (آپ کے شاگرد) زفر بن ہذیل کی شادی ہوئی، اور زفر بن ہذیل کا نکاح ابو حنیفہ نے پڑھایا، چنانچہ آپ نے بڑے انشراح کے ساتھ ان کا نکاح پڑھایا، اور خطبۂ نکاح میں ان کے (یعنی زفر بن ہذیل) کے بارے میں بڑے شاندار الفاظ کہے:

"هذا زفر بن الهذيل وهو امام من أئمة المسلمين وعلم من أعلام الدين في حسبه وشرفه وعلمه"

یہ زفر بن ہذیل ہیں، جو اپنے حسب ونسب، اور اپنی شرافت اور اپنے علم کی وجہ سے مسلمانوں کے مقتدا اور امام ہیں، اور دین کے زبردست عالم ہیں۔

(اخبار ابی حنیفة و اصحابه لابی عبد الله الصیمری، ص 109)

آپ اپنے وقت میں بصرہ کے قاضی بھی رہے، آپ نے علم وعبادت دونوں صفات کو اپنے اندر جمع کر رکھا تھا، آپ نے بھی متعدد کتب تصانیف فرمائیں۔

آپ کی پیدائش **110** ہجری میں ہوئی، اور وفات **48** سال کی عمر میں **158** ہجری میں ہوئی، اس طرح آپ عمر میں امام ابو یوسف سے **2** سال اور امام محمد سے **22** سال بڑے تھے، کیونکہ امام ابو یوسف کی تاریخِ پیدائش **113** ہجری اور امام محمد کی **131** ہجری ہے۔ [1]

(4)......حسن بن زیاد

حسن بن زیاد کا شمار فقہ حنفی کے ان اماموں میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے امام صاحب سے علم کا ایک بڑا حصہ حاصل کیا، اور پھر اس کو آگے نشر کیا، آپ اپنے وقت کے فقیہ اور عالم وفاضل شخص تھے، امام صاحب کی آراء کو کثرت سے روایت کرنے والے ہیں، کوفہ کے قاضی بھی مقرر ہوئے۔

[1] زفر بن الهذيل بن قيس العنبرى، من تميم، أبو الهذيل: فقيه كبير، من أصحاب الإمام أبي حنيفة ....(الاعلام للزركلي، ج۳، ص ۴۵، زفر بن الهذيل، 158-110هـ =775 -728م)

آپ کی وفات 204 ہجری میں ہوئی، ابنِ ندیم اپنی کتاب ''الفہرست'' میں لکھتے ہیں کہ حسن بن زیاد امام صاحب کی کتاب ''المجرد'' کے راوی ہیں، اس کے علاوہ آپ نے اور بھی متعدد کتب تالیف فرمائیں، جن میں ''**کتاب ادب القاضی، کتاب الخصال، کتاب معانی الإیمان، کتاب النفقات، کتاب الخراج، کتاب الفرائض، کتاب الوصایا**'' جیسی کتب شامل ہیں۔ [1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب وتلامذہ کے مذکورہ حالات سے معلوم ہوتا ہے آپ کے بعض شاگرد اس رتبہ کے حامل افراد تھے کہ جن کا تفقہ واجتہاد میں ایک مستقل مقام تھا کہ جن میں سے ہر ایک کے اپنے اپنے وقت اور علاقہ میں ہزاروں مقلد تھے، جس سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بلند مرتبہ ہونا ثابت ہوتا ہے، اور اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جس شخص کے شاگرد اس رتبہ کے ہوں، وہ خود کس پایہ کا ہوگا؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں کی تعداد مذکورہ مشہور حضرات کے علاوہ کئی ہزار تک ہے، کتبِ سیر وسوانح میں امام صاحب کے تلامذہ کے نام اور حالات، ملکوں اور شہروں کی نسبت سے لکھے ہیں، جن میں فقہاء، محدثین، قضاۃ اور دیگر علمی شخصیات سب ہی شامل ہیں، جن میں سے چند حضرات کے نام درج ذیل ہیں۔

حماد بن ابی حنیفہ، قاضی اسد بن عمرو، ابو مطیع حکم بن عبداللہ بلخی، یونس بن اسحاق، حسن بن صالح، ابوبکر بن عیاش، عیسیٰ بن یونس، علی بن مسہر، حفص بن غیاث، وکیع بن جراح، عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، علی بن عاصم، عباد بن عوام، یحییٰ بن یمان، خارجہ بن مصعب، مصعب بن مقدام، ربیعہ بن عبدالرحمٰن رائی، یحییٰ بن نصر، **وغیرھا ذلک**۔

ان میں سے اکثر حضرات اپنے وقت کے امام، فقیہ اور محدث تھے، اور بہت سے حضرات قاضی کے عہدہ پر بھی فائز رہے، جب کہ دیگر کتب میں ان کے علاوہ آپ کے اور بھی کئی تلامذہ کا نام ملتا ہے، جو آپ کے فیض سے خلق اللہ کو مستفید کرتے رہے۔

---

[1] اللؤلؤی: وهو الحسن بن زياد اللؤلؤی ويكنى أبا علی من أصحاب أبی حنيفة ممن أخذ عنه وسمع منه وكان فاضلا عالما بمذاهب أبی حنيفة فی الرأی (الفهرست لابن النديم، ص ۲۵۴)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ(قسط26) مفتی محمد ناصر

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ ۳ صفحات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حِلم اور تحمل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت جلیل القدر صحابی ہونے کے باوجود انتہائی متحمل مزاج بھی تھے، اور آپ میں حِلم اور بُردباری جیسے اخلاق بھی کمال کے تھے۔

ذیل کے چند واقعات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بُردباری اور تحمُّل مزاجی نمایاں ہوتی ہے۔

کلامُ اللہ کی تلاوت سُن کر غصہ ٹھنڈا ہونا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ بَدْرٍ، فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أَخِيهِ الحُرِّ بْنِ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ، وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِينَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ، وَكَانَ القُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهِ، كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا، فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيهِ: يَا ابْنَ أَخِي، هَلْ لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هَذَا الأَمِيرِ فَتَسْتَأْذِنَ لِي عَلَيْهِ؟ قَالَ: سَأَسْتَأْذِنُ لَكَ عَلَيْهِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَاسْتَأْذَنَ لِعُيَيْنَةَ، فَلَمَّا دَخَلَ، قَالَ: يَا ابْنَ الخَطَّابِ، وَاللَّهِ مَا تُعْطِينَا الجَزْلَ، وَمَا تَحْكُمُ بَيْنَنَا بِالعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ، حَتَّى هَمَّ بِأَنْ يَقَعَ بِهِ، فَقَالَ الحُرُّ: يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ، إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَالَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”خُذِ العَفْوَ وَأْمُرْ بِالعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الجَاهِلِينَ“ وَإِنَّ هَذَا مِنَ الجَاهِلِينَ، فَوَاللَّهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِينَ تَلاَهَا عَلَيْهِ، وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللَّهِ (بخاری، رقم الحديث ٧٢٨٦، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: عیینہ بن حصن بن حذیفہ اپنے بھتیجے حُر بن قیس بن حصن کے پاس آئے، حُر بن

قیس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب رہنے والے حضرات میں سے تھے، اور حضرت عمر کے ہم مجلس اور اصحابِ مشورہ قرّا (اور علماء) ہوتے تھے، چاہے وہ بوڑھے ہوں یا جوان، عیینہ بن حصن نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ تمہاری تو امیرُ المؤمنین تک رسائی ہے، ذرا مجھے بھی ان کے پاس لے چلو، حُر بن قیس نے کہا کہ جلد ہی میں آپ کے لئے اجازت طلب کروں گا، چنانچہ حُر نے عیینہ کیلئے اجازت حاصل کرلی، پھر جب عیینہ حضرت عمر کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ اے خطاب کے بیٹے! نہ تو آپ ہمارے اوپر سخاوت کرتے ہو، اور نہ ہمارے درمیان انصاف کرتے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر غصہ ہوئے اور قریب تھا کہ اسے ماریں، اس وقت حُر نے کہا، اے امیرالمومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ ”خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ“ ”یعنی درگزر کرو، نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے نہ اُلجھو“ اور بیشک یہ بھی جاہلوں سے ہے، حضرت ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ جس وقت حُر نے حضرت عمر کے سامنے یہ آیت تلاوت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی ردِ عمل نہیں کیا، اور عمر رضی اللہ عنہ کتابُ اللہ کے سامنے بہت زیادہ رکنے والے تھے (بخاری)

مذکورہ واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خشیتِ الٰہی واضح ہے، کہ کلامُ اللہ کی تلاوت سُن کر آپ کا غصہ دُور ہوگیا۔ [1]

عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے فیصلہ سے رجوع کرنا

ابوظبیان جَنبی سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أُتِيَ بِامْرَأَةٍ قَدْ زَنَتْ، فَأَمَرَ بِرَجْمِهَا، فَذَهَبُوا بِهَا لِيَرْجُمُوهَا، فَلَقِيَهُمْ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: مَا

[1] مذکورہ واقعہ میں جس عیینہ بن حصن کا ذکر ہے، محدثین کے مطابق یہ ایک سخت طبیعت کا دیہاتی آدمی تھا، جو اسلام قبول کرنے کے بعد نعوذ باللہ ایک مرتبہ ارتداد کا شکار ہو چکا تھا، مذکورہ حدیث میں حُر بن قیس جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے معتمَد تھے، نے اس آدمی کو جاہل قرار دیتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کو معاف کرنے کی سفارش کی ہے۔

(اسد الغابة، ج۴، ص۳۱۸، تحت رقم الترجمة ۴۱۶۶، تحت ترجمة عيينة بن حصن الفزاری)

www.idaraghufran.org

هَذِهِ؟ قَالُوا: زَنَتْ فَأَمَرَ عُمَرُ بِرَجْمِهَا، فَانْتَزَعَهَا عَلِيٌّ مِنْ أَيْدِيهِمْ وَرَدَّهُمْ، فَرَجَعُوا إِلَى عُمَرَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: مَا رَدَّكُمْ؟ قَالُوا: رَدَّنَا عَلِيٌّ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا فَعَلَ هَذَا عَلِيٌّ إِلا لِشَيْءٍ قَدْ عَلِمَهُ، فَأَرْسَلَ إِلَى عَلِيٍّ فَجَاءَ وَهُوَ شِبْهُ الْمُغْضَبِ، فَقَالَ: مَا لَكَ رَدَدْتَ هَؤُلاءِ؟ قَالَ: أَمَا سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّغِيرِ حَتَّى يَكْبَرَ، وَعَنِ الْمُبْتَلَى حَتَّى يَعْقِلَ "قَالَ: بَلَى، قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فَإِنَّ هَذِهِ مُبْتَلاةُ بَنِي فُلانٍ فَلَعَلَّهُ أَتَاهَا وَهُوَ بِهَا، فَقَالَ عُمَرُ: لا أَدْرِي، قَالَ: وَأَنَا لا أَدْرِي. فَلَمْ يَرْجُمْهَا (مسند احمد، رقم الحديث ١٣٢٨، ابوداؤد، رقم الحديث ٤٤٠٢) [1]

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عورت لائی گئی جس نے بدکاری کی تھی (جرم ثابت ہوجانے پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا، لوگ اسے رجم کرنے کے لئے لے کر جارہے تھے کہ راستے میں اُن لوگوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی، علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ اس نے بدکاری کی ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا ہے، علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو ان کے ہاتھوں سے چھڑا لیا اور ان لوگوں کو واپس بھیج دیا، وہ لوگ عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے پوچھا کہ تم لوگ واپس کیوں آ گئے؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں علی رضی اللہ عنہ نے واپس بھیجا ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علی نے یہ کام یوں ہی نہیں کیا ہوگا، انہیں ضرور اس کے متعلق کچھ علم ہوگا، چنانچہ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو بُلوایا، علی رضی اللہ عنہ

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد رجاله ثقات لكنه منقطع؛ لأن أبا ظبيان -وهو حُصين بن جندب- إنما سمعه من ابن عباس عن علي، ولم يسمعه من علي مباشرة، مع أن الدارقطني سئل -كما في "العلل" لقي أبو ظبيان علياً وعمر؟ فقال: نعم .قلنا: إنما قال الدارقطني ذلك بعد أن رجَّح إثبات ابنِ عباس في إسناده (حاشية ابي داؤد)

تشریف لائے تو کچھ ناراض سے محسوس ہورہے تھے،عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے اُن لوگوں کو واپس کیوں بھیجا تھا؟ تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ تین طرح کے لوگ مرفوعُ القلم ہوتے ہیں،سویا ہوا شخص جب تک بیدار نہ ہوجائے، بچہ جب تک بالغ نہ ہوجائے اور دیوانہ جب تک اس کی عقل واپس نہ آجائے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیوں نہیں (یہ بات میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے) علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ عورت فلاں قبیلے کی دیوانی عورت ہے، ہوسکتا ہے کہ جس شخص نے اس سے بدکاری کی ہے، اس وقت یہ اپنے ہوش میں نہ ہو،اور دیوانی ہو،عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تو نہیں پتہ(کہ اس وقت یہ عورت کس حال میں تھی) علی رضی اللہ عنہ نے بھی کہا کہ پھر مجھے بھی نہیں پتہ،چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اس عورت کو رجم نہیں کروایا(مسند احمد)

محدثین نے فرمایا کہ مذکورہ واقعہ میں جس عورت کا ذکر ہے،اُسے کبھی جنون پیدا ہوجاتا تھا،اور کبھی وہ تندرست ہوجاتی تھی،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس عورت پر زنا کے جُرم کے ثبوت کے بعد اُس عورت پر اپنے اجتہاد کی روشنی میں حد کا حکم جاری کیا تھا،مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ اس بات کی طرف دِلائی کہ ہوسکتا ہے کہ جس وقت اس عورت سے غلطی سرزد ہوئی تھی، وہ جنون کی حالت میں ہو،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ اس وقت وہ عورت جنون کی حالت میں تھی یا تندرست تھی،اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی بات کہی کہ مجھے بھی اس بات کا علم نہیں کہ اس وقت عورت کی دماغی حالت کیسی تھی، تو کیونکہ سزا اس وقت جاری کی جاتی ہے، جب مجرم کی غلطی کے ثبوت میں کوئی ابہام نہ ہو،اور یہاں جُرم کے ثبوت میں ابہام تھا،اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی سزا جاری کرنے کا اپنا فیصلہ واپس لے لیا،اور اپنا فیصلہ واپس لینے میں کسی قسم کی عار محسوس نہیں کی۔

مذکورہ واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحمل مزاجی اور انصاف پسندی ظاہر ہے۔

(معالم السنن، ج۳، ص ۳۰۹، وص ۳۱۰، ومن باب المجنون يسرق أو يصيب حدا)

www.idaraghufran.org

پیارے بچو!

مولانا محمد ریحان

غلطی کا اقرار کرنا

پیارے بچو! ایک بچہ تھا۔ اس کا نام طارق تھا۔ اس کی طبیعت میں انتہائی شرارت تھی اور وہ غیر متعلق چیزوں میں گھسا کرتا تھا۔ طارق جانباز اور مہم جو قسم کے قصے اور کہانیاں پڑھنے کا بہت شوقین تھا۔ طارق اپنے دادا کے ساتھ رہتا تھا۔

ایک رات وہ چھپ کے سے اپنے کمرہ سے نکلا اور خفیہ طریقے سے سٹور روم میں چلا گیا جہاں اس کے دادا نے بہت سارے ایسے تحفے جمع کر رکھے تھے جو پیسوں سے خریدے نہ جا سکتے تھے۔ طارق کو اس بات کا علم تھا کہ اس کے دادا کو یہ بات پسند نہیں کہ کوئی دوسرا شخص اس کے دادا کی نایاب جمع کردہ چیزوں کو ہاتھ لگائے۔

طارق سٹور روم میں داخل ہوا، ایک سٹول رکھا اور اس پر چڑھ گیا، اور وہ صندوق اٹھا لیا جس میں اس کے دادا نے مختلف ہاتھ میں پہننے والی ایسی گھڑیاں رکھی ہوئی تھیں جنہیں وہ دنیا کے مختلف ملکوں کے سفر کے دوران لائے تھے۔ طارق ابھی نیچے اتر ہی رہا تھا، اس کی کہنی بینچ کے ساتھ ٹکرائی اور صندوق اس کے ہاتھ سے پھسلا اور زمین پر جا گرا۔ صندوق کے گرتے ہی ساری گھڑیاں زمین پر بکھر گئیں۔ طارق ڈر گیا اور اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑی جب اس نے دیکھا کہ اس کے دادا کی بیش بہا قیمتی گھڑی ٹوٹ گئی ہے۔

طارق کو اس بات سے سخت خوف ہوا کہیں اس کے دادا کو گھڑی کے ٹوٹے ہوئے شیشے کا پتا نہ لگ جائے۔ اس لیے وہ فوراً گھڑی کے کانچ کی کرچیاں زمین سے اٹھانے لگا۔

طارق نے یہ کہتے ہوئے سوچنا شروع کر دیا:

''کیسے میں اپنے دادا کو بتاؤں گا کہ ان کی بیش بہا قیمتی گھڑی ٹوٹ گئی ہے؟ دادا مجھ پر غصہ کریں گے، اور اگر میں نے دادا کو نہ بتایا تو انہیں اس معاملے کا کبھی پتہ نہیں چلے گا۔''

طارق بہت پریشان ہوا اور اس کا دل تیزی سے ''دھڑ دھڑ'' دھڑکنے لگا اور اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا

کہ دل ابھی سینے سے باہر آجائے گا۔اس نے ٹوٹی ہوئی گھڑی صندوق میں رکھی اور صندوق دوبارہ کارنس پر سیٹ کر کے رکھ دیا۔اس کے بعد وہ سونے چلا گیا۔بستر پر لیٹا وہ ادھر سے ادھر کروٹیں بدلتا رہا اور پوری رات آنکھیں جھپکاتا رہا۔

اگلی صبح طارق جلدی اٹھا اور اپنے آپ کو تیار کیا تاکہ وہ اپنے دادا کے پاس جائے اور اپنی غلطی کا اقرار کرے۔جب وہ اپنے دادا کے کمرے میں پہنچا تو اپنے دادا کو ہر چیز کے بارے میں بتادیا۔اس کے دادا کچھ سوچ و بچار کرنے لگے اور طارق سے کچھ نہ کہا بلکہ سٹور روم کی طرف چل پڑے۔طارق اپنی ہی جگہ سر جھکائے کھڑا رہا۔

جب طارق کے دادا سٹور سے واپس آئے تو طارق سے کہا:

> ''جب آپ نے مجھے یہ بتایا کہ آپ نے میری گھڑی توڑ دی ہے تو مجھے بہت غصہ آیا اور میں پریشان بھی ہوا؛جب میری اور آپ کی دادی کی نئی نئی شادی ہوئی تھی تو آپ کی دادی نے یہ گھڑی مجھے تحفہ دی تھی،لیکن خیر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں؛گھڑی کا صرف شیشہ ہی ٹوٹا ہے،اور جلد ہی میں اس کا شیشہ بدل دوں گا۔''

طارق کو کچھ سکون ملا،کچھ وقت کے بعد اس کے دادا باورچی خانہ میں گئے اور دودھ کا ایک کپ لائے اور طارق کو دے دیا اور کہا:''یہ تو آپ کی بہادری تھی کہ آپ نے گھڑی کے ٹوٹنے کا سارا معاملہ مجھے بتادیا۔آپ سمجھ رہے تھے کہ میں آپ کو ڈانٹ ڈپٹ کروں گا،کیوں ایسا ہی تھا نا؟''

طارق نے کہا:''شروع میں میں ڈر رہا تھا،لیکن آپ سے جھوٹ بولنے کی میری ہمت نہ ہوئی،صحیح تو یہ تھا کہ میں آپ کی چیزوں کو آپ کی اجازت کے بغیر نہ چھوتا۔''اس کے دادا نے کہا:''جب میں آپ کی عمر میں تھا تو میں نے اپنی امی کا ایک قیمتی برتن توڑ دیا تھا،یہ غلطی کرنے کے بعد مجھے بھی بہت ڈر لگا،لیکن میں اپنی امی کے پاس گیا اور غلطی مان لی،میری امی نے کہا کہ انہیں اس سارے معاملے کا پہلے سے ہی پتا تھا۔''

پیارے بچو!یہ بھی بہادری ہے کہ آپ اپنی غلطی کو مانیں اور اس کا اعتراف کریں،اکثر آپ کو ڈانٹ ڈپٹ کا ڈر ہوگا لیکن غلطی کا ماننا آپ کو اور زیادہ طاقت اور قوت دے گا۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط15) مفتی طلحہ مدثر

شہادت اور گواہی میں خواتین کے اختیارات

معزز خواتین !اسلام کی طرف سے خواتین کو دیے گئے اختیارات میں سے ایک گواہی کا حق اور اختیار ہے، عام طور پر یہ مشہور ہے کہ اسلام میں خواتین کی گواہی مقبول نہیں یا دوعورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے اسی کو بنیاد بنا کر مساوات اور خواتین کو مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کرانے کے دعویدار خوب واویلا کرتے نظر آتے ہیں ،جبکہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ تمام معاملات میں ہی خواتین کی گواہی مردود ہوگی یا دوعورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوگی خواہ اس گواہی کا تعلق زندگی کے کسی بھی شعبہ سے کیوں نہ ہو، بلکہ یہ قاعدہ تو بعض مخصوص معاملات میں ہے،جس کی کچھ تفصیل درجِ ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

’’شہادت اور گواہی‘‘

گواہی اور شہادت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی آنکھوں دیکھا حال سچ سچ بیان کردے، پھر بعض اوقات گواہی دینا ضروری ہوتا ہے،بعض اوقات جائز ہوتا ہے اور ایسے معاملات میں جن کا تعلق محض اللہ اور بندے کے درمیان ہو کسی دوسرے انسان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہو، ایسے معاملات میں بعض دفعہ مسلمان کے گناہ پر پردہ رکھنا اور گواہی نہ دینا افضل ہوتا ہے۔

’’شریعت میں شہادت اور گواہی کے اصول‘‘

پھر شرعاً تمام معاملات میں گواہوں کی تعداد یا بالفاظ دیگر گواہی کا نصاب ایک جیسا نہیں رکھا گیا، چنانچہ نہ ہر معاملہ میں عورت کی گواہی مقبول ہے اور نہ ہر معاملہ میں قابلِ رد ہے، نہ ہر جگہ دومردوں کی گواہی معتبر ہے اور نہ ہر جگہ گواہی کے مقبول ہونے کے لیے دومردوں سے زیادہ کی گواہی کی ضرورت، بلکہ جس معاملہ پر گواہی دی جارہی ہے اس کی حساسیت اور موقع کی مناسبت

سے گواہی کا نصاب سخت یا نرم رکھا گیا ہے اور واقعہ کی نوعیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے گواہوں کی تعداد کم یا زیادہ مقرر کی گئی ہے۔

اسی طرح شریعت میں اس چیز کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہے کونسے واقعات کا مرد وعورت میں سے کس صنف کے ساتھ تعلق زیادہ ہے اور کن حالات میں مرد وعورت میں سے کس کے لیے سارا منظر یاد رکھنا اور ہوش وحواس قائم رکھنا اور سارے واقعے کو درست طور پر بیان کرنا عموماً ممکن ہے، چنانچہ اسی اعتبار سے گواہی کئی قسم کے معاملات پر دی جاتی ہے جن کی تفصیل درجِ ذیل ہے۔

حدود اور قصاص وغیرہ میں گواہی

حدود سے مراد ایسی سزائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض گناہوں پر مقرر کردہ ہیں، مثلاً چوری کی حد ہاتھ کاٹنا، زنا کی حد سنگسار کرنا یا کوڑے لگانا ہے، اور کسی پر زنا کی جھوٹی تہمت لگانے کی حد اسی (۸۰) کوڑے لگانا ہے اسی طرح اور حدود، ان حدود کے جرائم میں شریعت کی طرف سے کوشش اور دین کا مزاج یہ ہے کہ کسی طرح گناہ کا ارتکاب کرنے والا سزا سے بچ جائے اسی وجہ سے شبہات کی وجہ سے یہ سزائیں ساقط اور ختم ہو جاتی ہیں اگرچہ حاکم وقاضی بعض صورتوں میں کوئی تعزیری سزا دے سکتا ہے، حدود کا معاملہ چونکہ نازک ہے اسی لیے ثبوت کا نصاب بھی سخت رکھا گیا ہے تاکہ کم از کم حدود نافذ کرنے کی نوبت آئے، نیز بعض جرائم ایسے ہیں کہ خواتین میں طبعی طور پر بھرپور طریقے سے ان کا معائنہ کرنا اور پھر اس کو من وعن محفوظ رکھنا دشوار ہے اگرچہ ممکن ہے چنانچہ قتل اور زنا اسی قبیل سے ہیں کہ خواتین کا اپنی آنکھوں سے ان گناہوں کو ہوتے ہوئے دیکھنا طبعاً مشکل ہے، اکثر خواتین کے ایسے مواقع پر اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور وہ حواس بحال نہیں رکھ پاتیں، جس کی وجہ سے درست شہادت دینے سے قاصر ہوتی ہیں اور غلطی کا امکان قوی ہوتا ہے، پھر زنا کی سزا زیادہ سخت ہے تو اسی اعتبار سے اس کی گواہی کا نصاب بھی سخت ہے، اس کے ثبوت کے لیے دو کے بجائے چار گواہ درکار ہیں۔

پس حدود میں خواتین کی گواہی کا مقبول نہ ہونا ان کی فطری طبیعت یا صنفی ساخت کی وجہ سے ہے نہ

کہ ان کے مردوں سے رتبہ میں کم تر ہونے کی بنا پر۔

غیر حدود میں خواتین کی گواہی

حدود کے علاوہ باقی معاملات میں خواتین کی گواہی مردوں کے ساتھ مقبول ہے چنانچہ خرید وفروخت اور دیگر معاملات میں گواہی کا نصاب دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں (اگر چہ فقہاء کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے) مالی معاملات میں بھی عموماً مرد زیادہ مہارت رکھتے ہیں اور زیادہ سابقہ بھی مردوں کو پڑتا ہے، معاملات کی باریکیوں کو سمجھنا خواتین کے لیے دشوار ہے جس کی وجہ سے وہ بھول چوک کا شکار ہو سکتی ہیں، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں خواتین کے بارے میں فرمایا ہے"ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخریٰ "کہ دو عورتیں اس لیے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاددہانی کرادے، چنانچہ اس طرح کے مالی معاملات میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔

عورتوں کے مخصوص معاملات میں گواہی

بعض معاملات ایسے ہیں کہ ان سے مردوں کے بجائے عورتوں کا زیادہ سابقہ پڑتا ہے اور ان معاملات میں خواتین مردوں سے سبقت رکھتی ہیں ایسے معاملات میں اکیلے خواتین کی گواہی بھی قابلِ قبول ہے خواہ مرد گواہ ہوں یا نہ ہوں جیسے عورتوں کے مخصوص عیوب پر اور حیض نفاس وغیرہ کے معاملات میں گواہی اور بچہ کی ولادت کے بارے میں گواہی بلکہ اس میں تو ایک عورت کی گواہی بھی قابلِ قبول ہے۔

معزز خواتین! آپ نے ملاحظہ کیا کہ اسلام میں خواتین کی گواہی مقبول نہ ہونا یا دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہونا تمام معاملات میں نہیں ہے اور جن معاملات میں ایسا ہے اس کے دیگر عوامل اور مصلحتیں ہیں، بعض معاملات میں جو خواتین کی گواہی قبول نہیں وہ ملزم کو سزا سے بچانے اور خواتین کی فطرت کے پیشِ نظر ہے، اور جن معاملات میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے وہ مرد کی فطری صلاحیتوں کی بنا پر ہے کہ عموماً مردوں کی صلاحتیں خواتین سے زیادہ ہوتی ہیں مثلاً ان

کا حافظہ، ہمت، حوصلہ، قوت، طاقت، معاملات کو سمجھنا، درست طریقے پر آگے بیان کرنا وغیرہ، عورتوں کی بہ نسبت بہتر ہوتا ہے، اگرچہ بعض خواتین مردوں سے زیادہ باصلاحیت ہوتی ہیں لیکن یہ عمومی چیز نہیں ہے، لہٰذا مرد وعورت کی گواہی کے نصاب میں یہ تفاوت فطری صلاحیتوں کے پیشِ نظر اور اس بنیاد پر ہے کہ کون سے معاملات کس صنف سے زیادہ متعلق ہیں اس میں افضلیت کا عمل دخل نہیں، پھر بھی اگر کوئی معاشرے میں مساوات کو ہی بنیاد بنائے تو پھر تو ان کے نزدیک چھوٹے بچہ کی گواہی، پاگل کی گواہی، جھوٹی گواہی دینے کے عادی کی گواہی بھی مقبول ہونی چاہیے اور اگر ایسا نہیں تو پھر مساوات کہاں ہے؟

اور جب مساوات کے دعویدار بھی مساوات پر عمل پیرا نہیں تو پھر اسلام پر عدمِ مساوات کا الزام لگانے کا کوئی جواز نہیں، کیونکہ اسلام مساوات کا دعویٰ نہیں کرتا، بلکہ انصاف کا دعویٰ کرتا ہے۔

عدنان احمد خان
0345-5067603

الفہد فوڈز کوکنگ سنٹر

دوکان نمبر K-93، ظفر الحق روڈ، نزد بوبی پان شاپ، کمیٹی چوک، راولپنڈی
فون: 051-5961624

مومن کو مصیبت و تکلیف پہنچنے پر بھی اجر و انعام حاصل ہوتا ہے

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ، صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ (مسلم، رقم الحدیث 2999"64")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کا معاملہ بہت ہی اچھا ہے، اس کا ہر معاملہ خیر والا ہے، اور یہ مومن کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں، مومن کو اگر کوئی خوشی پہنچتی ہے، تو شکر کرتا ہے، اس میں اس کے لئے خیر ہوتی ہے، اور اگر اسے کوئی مصیبت و تکلیف پہنچتی ہے، تو صبر کرتا ہے، اور اس میں بھی اس کے لئے خیر ہوتی ہے (مسلم)

معلوم ہوا کہ مومن کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رضا اور خیر و برکت سے بھرپور ہوتا ہے، چنانچہ مومن کو اگر کوئی مصیبت یا تکلیف پہنچتی ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی سوئی چبھنے کے برابر بھی تکلیف پہنچے، اور وہ اس پر صبر کرے، تو اسے اس صبر کرنے پر، اجر و انعام ملتا ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اور جب مومن اچھے حالات میں شکر ادا کرتا ہے، تو اس میں بھی اس کے لیے خیر ہوتی ہے، اور اس عمل میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔

Savour Foods®

● RAWALPINDI
Gordon College Road
Tel: 5532556-8, Fax: 5531923

● ISLAMABAD
Blue Area
Tel:2348097-9

● Lahore
Shama Chowk
Ferozpur Road
Tel: 37422635,37422640

● Pindi Cricket Stadium
Tel:4855019 , 4855021

● Melody Food Park
Tel:2873300

www.savourfoods.com.pk

اچھے ساتھی کے اچھے، بُرے ساتھی کے بُرے اثرات

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيْسِ السَّوْءِ، كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيْرِ الْحَدَّادِ، لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيْهِ، أَوْ تَجِدُ رِيْحَهُ، وَكِيْرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ، أَوْ ثَوْبَكَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً (صحيح البخاري، رقم الحديث 2101)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے، جیسے مشک والا اور لوہاروں کی بھٹی، پس مشک والے کے پاس سے تم بغیر فائدے کے واپس نہ ہوگے یا تو اسے خریدو گے یا اس کی خوشبو کو پاؤ گے اور لوہار کی بھٹی آپ کے بدن کو یا آپ کے کپڑے کو جلادے گی، یا تم اس کی بدبو سونگھو گے (بخاری)

معلوم ہوا کہ نیک ساتھی اور اچھی مجلس میں حاضر ہونے سے اس کے اثرات انسان پر ضرور پڑتے ہیں، اسی طرح بُرے ساتھی اور بُری مجلس کے اثرات بھی انسان پر ضرور پڑتے ہیں، کیونکہ بُرے ساتھی کی صحبت اختیار کرنا، یا بُری مجلس میں شامل ہونا، اسے پسند کرنے کی علامت ہے، جو کہ گناہ ہے۔

جنت میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل کرنے والے اعمال کا حکم

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ.

ترجمہ: (اے لوگو!) تم سلام کو پھیلاؤ، اور کھانا کھلاؤ، اور صلہ رحمی کرو، اور لوگوں کے سونے کی حالت میں (یعنی رات کے وقت) نماز پڑھو، تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے (مسند احمد، حدیث 23784)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَيُّ الإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ:تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ.

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا اسلام سب سے بہتر ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کھانا کھلائیں، اور جان پہچان والے اور غیر جان پہچان والے کو سلام کریں (بخاری، حدیث 12)

معلوم ہوا کہ غریبوں کو کھانا کھلانا، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا، رات کو تنہائی میں عبادت کرنا اور سلام کو عام کرنا جنت میں امن و سلامتی کے ساتھ داخل کرنے والے اعمال ہیں، اور دیگر احادیث کی رُو سے صرف جان پہچان والوں کو سلام کرنا، قربِ قیامت کی علامات میں سے ہے۔

CANNON PRIMAX PLUS
15 سالہ گارنٹی
051-5517039
0300-8559001
نذیر سنز
Cannon not selling a mattress but a good night sleep
418۔خان بلڈنگ بابو بازار، صدر راولپنڈی

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر شرعی حقوق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَخُوْنُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ، اَلتَّقْوٰى هَاهُنَا، بِحَسْبِ امْرِءٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْتَقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ (سنن الترمذی، رقم الحديث ١٩٢٧)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلم دوسرے مسلم کا بھائی ہے، نہ تو وہ اس کے ساتھ خیانت کرے، اور نہ اس کے ساتھ جھوٹ بولے، اور نہ اس کی تحقیر (وتذلیل) کرے، ہر مسلمان کی دوسرے مسلمان پر عزت اور مال اور خون (یعنی قتل) حرام ہے، تقویٰ (یعنی اللہ کا خوف وڈر) یہاں (یعنی دل میں) ہوتا ہے، آدمی کے شر کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے (ترمذی)

معلوم ہوا کہ کسی دوسرے مسلمان کی تحقیر وتذلیل یا اس کو حقارت کی نظر سے دیکھنا، حرام ہے، اور آپس میں اختلاف وانتشار اور خون ریزی کرنے کی بھی قباحت وبرائی معلوم ہوئی، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ سب مسلمانوں کو بھائی بھائی بن کر رہنا چاہئے، خواہ وہ کسی ملک، کسی صوبے، کسی شہر، کسی زبان، کسی نسل، کسی برادری، کسی قبیلہ، کسی خاندان، اور کسی بھی جماعت وپارٹی سے تعلق رکھتے ہوں۔

نیو عباسی الیکٹرونکس

بااختیار ڈیلر
Dawlance
CORONA
UNITED

فریج، ڈیپ فریز، واشنگ مشین، جوسر، استری، گیزر، کچن کی تمام ورائٹی
بہترین ہوم سروس دی جاتی ہے

Deals in: All kind of Electric & Gas Appliances

شہناز پلازہ، چاندنی چوک، مری روڈ راولپنڈی۔فون: 051-4906381, 0321-5365458

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

مجالسِ ذکر واجتماعی ذکر پر ایک نظر

مفتی محمد رضوان صاحب کی ''مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر'' کے عنوان سے ایک جدید تالیف شائع ہوئی ہے، جو ''علمی وتحقیقی رسائل'' کی ''جلد ششم'' میں شامل ہے، اس تالیف کے ''مقدمہ'' کو ذیل میں شائع کیا جارہا ہے، جس سے اس سلسلہ میں مفتی صاحب موصوف کی جدید رائے کو سمجھنے میں سہولت حاصل ہوگی، تفصیل کے متلاشی حضرات اصل کتاب کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔ادارہ۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر عظیمُ الشان فضیلت واہمیت کا حامل ہے۔

قرآن وسنت میں ''ذکر اللہ'' کے مختلف فضائل وفوائد کا ذکر آیا ہے، اور ہر دور میں اہلِ اسلام اور اہلِ حق علماء، فقہاء، محدثین اور اولیاء اللہ نے ذکر اللہ کی فضیلت واہمیت کو تسلیم کیا ہے، اور اس کا اپنے قول وفعل سے حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے اظہار واہتمام کیا ہے، خاص طور پر محقق اور اہلِ حق صوفیائے کرام کے یہاں ذکر اللہ کی بڑی اہمیت وتاکید ہے، اور اصلاحِ نفس کے سلسلہ میں ذکر اللہ کی بڑی تاثیر ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ قرآن وسنت اور متقدمین کے کلام میں جہاں جہاں ذکر کا لفظ یا اس کا تذکرہ اور مجالسِ ذکر یا اجتماعی ذکر کا مضمون آیا ہے، وہاں ہر جگہ تسبیح، تہلیل، تحمید، تکبیر اور حوقلہ والا مخصوص لسانی، زبانی اور کلامی ذکر مراد نہیں، بلکہ بہت سے مقامات پر ''ذکر'' سے مراد، اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات کی دل میں یاد یعنی فکر وتفکر، بعض مقامات پر ذکر سے مراد، تلاوتِ قرآن مجید، بعض مقامات پر ذکر سے مراد نماز، بعض مقامات پر وعظ وتذکیر اور بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ کے احکامات وطاعات پر عمل پیرا ہونا مراد ہے، اور بعض مقامات پر ذکر سے مذکورہ عمومی مفہوم مراد ہے۔

ایسی صورت میں اس کے اُس عمومی یا خصوصی مراد ومفہوم کو نظر انداز کرنا درست نہیں ہوتا، بلکہ موقع ومحل کی مناسبت سے اس کے معنیٰ کی تعیین وتشخیص اور پھر اسی حیثیت سے اس کے احکام کی ترتیب و

www.idaraghufran.org

توجیہ کالحاظ ورعایت ضروری ہوتی ہے، تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی اور شریعت کے مختلف احکام میں باہم اختلاط والتباس پیدا نہ ہو، جیسا کہ اس قسم کے مواقع پر بعض لوگوں کو اس طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ''ذکر'' کے عنوان سے ہر زمانہ میں متفرق منکرات وبدعات اور رسمیں بھی مختلف لوگوں میں ایجاد اور رائج ہوتی رہی ہیں، اور آج بھی ہیں۔

چنانچہ بعض لوگوں نے مساجد میں فرض نمازوں کے بعد یا جمعہ کی نماز کے بعد بلند آواز سے اور اجتماعی طور پر ذکر کرنے یا درود شریف پڑھنے کو ثواب وقربتِ مقصودہ سمجھ کر اختیار کر رکھا ہے، اور اس میں مختلف، غیر لازم چیزوں کا التزام اور بے بنیاد بلکہ خلافِ شریعت نظریات وافعال کا اختراع کر رکھا ہے، اور بعض لوگوں نے سماع کے عنوان سے رقص وسرود اور مرد وزن کے بے محابا اختلاط واجتماع کو محفلِ ذکر وغیرہ کے نام پر اختیار کر رکھا ہے، اسی طرح بعض لوگوں نے ذکر کے بعض دوسرے منکَر ومختَرع طریقوں کا التزام، بلکہ ان کو اپنا شعار بنا رکھا ہے، جن کی محققین اہلُ السنۃ والجماعۃ نے تردید فرمائی ہے۔

البتہ ذکر کی بعض غیر منصوص صورتیں اور طریقے ایسے بھی ممکن ہیں کہ وہ شرعاً مباح وجائز زمرہ میں آتے ہیں، مثلاً عام حالات میں جہراً معتدل ذکر کرنا، یا دوسری مباح صورتیں وطریقے، جبکہ ان مخصوص صورتوں وطریقوں کو بذاتِ خود قربت وعبادت اور غیر لازم کو لازم سمجھ کر اختیار نہ کیا جائے، بلکہ علاجاً اور مصلحتاً اختیار کیا جائے، اور کسی قسم کی لازم ومتعدی خرابی میں بھی مبتلا نہ ہوا جائے، اس لیے ان مباح صورتوں وطریقوں کو اس علاج ومصلحت کی حیثیت سے بدعت وناجائز قرار دیا جانا انصاف واعتدال پر مبنی نہیں، جب تک ان مباح طریقوں وصورتوں کو اپنے درجہ ومقام پر رکھا جائے، اور ان کی وجہ سے کوئی لازم ومتعدی خرابی لازم نہ آئے، تب تک اسے بدعت وناجائز کہنے سے احتیاط کرنی چاہئے۔

جس طرح ان غیر منصوص مگر مباح صورتوں وطریقوں کو بذاتِ خود سنت وقربت یا غیر لازم کو لازم سمجھنا یا کسی دوسری لازم ومتعدی خرابی ومفسدہ کا سبب بننا یا مباح کے بجائے منکرات والے

طریقوں کو مباح یا عبادت کا درجہ دینا بھی انصاف واعتدال پر مبنی نہیں۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک فریق کی نظر کسی مخصوص علاج ومصلحت پر ہوتی ہے، اور وہ اسی حیثیت سے کسی مباح طریقہ وفعل کو اختیار کرتا اور اس کو ثابت کرتا ہے، اور وہ اس کے محدث و بدعت ہونے کا انکار کرتا ہے، جبکہ دوسرے فریق کی نظر اس طریقہ وفعل کی غیر منصوص حیثیت و نوعیت یا مباح کو سنت وقربت کا درجہ دینے یا اس میں التزام مالا یلزم وغیرہ جیسی چیزوں پر ہوتی ہے، جن کا شرعاً ثبوت نہیں پایا جاتا، اس وجہ سے وہ اس کے محدث ہونے کی وجہ سے اس پر بدعت یا کراہیت کا حکم لگا دیتا ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے، جیسا کہ کوئی شخص روزانہ قرآن مجید کا ایک سپارہ تلاوت کرنے کا معمول رکھتا ہے، اور یہ شخص قرآن مجید کی تلاوت کو تو قربت وعبادت سمجھتا ہے، لیکن روزانہ ایک سپارہ کی مخصوص مقدار تلاوت کرنے کو قربت وعبادت نہیں سمجھتا، بلکہ اپنی سہولت وفرصت اور یومیہ معمولات کو مدِّ نظر رکھ کر، اس معمول پر عمل پیرا ہے، اور نہ ہی وہ اپنے یا دوسروں کے لیے اس مقدار کو لازم یا ضروری قرار دیتا، اسی وجہ سے اس کی خلاف ورزی کو وہ فی نفسہٖ معیوب یا قابلِ نکیر نہیں سمجھتا، ظاہر ہے کہ اس شخص کے عملِ مذکور پر بدعت وکراہت کا حکم لگانا انصاف واعتدال پر مبنی نہیں ہوگا، کیونکہ وہ ایک مباح مقدار کو اس کے درجہ میں رکھتے ہوئے اختیار کررہا ہے۔

لیکن اگر ایک شخص روزانہ مثلاً ایک سپارہ کی مخصوص مقدار تلاوت کرنے کو قربت وعبادت یا سنت سمجھتا ہے، یا اس کی پابندی کرنے کو شرعی اعتبار سے ضروری سمجھتا ہے، تو اس کا یہ عمل قابلِ نکیر اور منکر کہلائے جانے کا مستحق ہوگا، کیونکہ اس نے ایک مباح چیز کو مسنون یا ضروری درجہ دے دیا ہے، جو کہ بدعت کے زمرہ میں داخل ہے۔

اسی طرح مثلاً کوئی شخص بیماری کے علاج کے لیے مخصوص مباح علاج یا دوا کو، جو منصوص نہ ہو، یا مباح علاج ودوا کی خاص مقدار کو سنت وقربت سمجھے بغیر علاج کا ایک ذریعہ وطریقہ سمجھتے ہوئے اختیار کرتا ہے، تو اس میں حرج نہ ہوگا، کیونکہ اس نے ایک مباح چیز کو اپنے درجہ میں رہتے ہوئے اختیار کیا ہے، اور دوسرا شخص خاص اس مذکورہ مقدار وعلاج کو سنت وقربت سمجھتا ہے، یا اس میں غیر

www.idaraghufran.org

لازم کا التزام کرتا ہے، یا غیر مباح یعنی ناجائز وحرام، دوا وغیرہ کو اختیار کرتا ہے، تو اس دوسرے شخص کا عمل قابلِ نکیر یا منکر کہلائے جانے کا مستحق ہوگا، کیونکہ اس نے ایک مباح چیز کو اس کے درجہ سے بڑھا دیا ہے، یا غیر مباح یعنی ناجائز فعل کا ارتکاب کیا ہے، جو ایک صورت میں بدعت اور دوسری صورت میں منکرعمل ہے۔

اس کے بعد عرض ہے کہ اہلِ حق اور محقق صوفیائے کرام نے مخصوص کیفیات کے ساتھ ذکرِ جہری یا سری کے جو طریقے یا مراقبات یا غیر منصوص اذکار اور مباح اشغال یا ذکر کے اعداد وضربات وغیرہ اختیار کیے تھے، وہ فی نفسہٖ مباح تھے، اور وہ بعینہٖ یعنی اپنی مخصوص شکل و ہیئت میں کتاب وسنت سے ماخوذ نہیں تھے، بلکہ مشائخ کے الہام وتجربات وغیرہ سے ماخوذ تھے، اور محققین نے ان کو سنت وقربت یا لازم سمجھے بغیر بطور علاج ومعالجہ کے اختیار کیا تھا، اسی وجہ سے ان حضرات کی ہی تصریحات کے مطابق ان کو مسنون یا ضروری سمجھنا جائز نہیں تھا، بلکہ ایسا سمجھنا بدعت تھا، البتہ مسنون سمجھے بغیر کسی فائدہ وعلاج کی بناء پر ان کو اختیار کرنا مباح تھا، لیکن اس کے باوجود کتاب وسنت سے ماخوذ اور منصوص اذکار اور طریقوں کو اختیار کرنا افضل تھا، اور غیر منصوص، مباح اذکار وطریقوں کو مسنون اذکار وطریقوں سے افضل سمجھنا درست نہیں تھا۔

لہٰذا محقق مشائخِ عظام وصوفیائے کرام کی طرف سے بیان کردہ ان مباح ھیئات وکیفیات وغیرہ کو اپنے درجہ پر رکھنا ضروری ہے، اور ان کو سنت یا ضروری سمجھنا بدعت ہے، اور جو کوئی بدعت کہتا ہے، وہ یا تو ظاہری ھیئت کو لغوی بدعت بمعنیٰ محدث کہتا ہے، یا پھر ان کو سنت وقربت سمجھنے یا التزام مالا یلزم وغیرہ کی صورت میں اصطلاحی بدعت کہتا ہے۔

پھر بعد کے بعض حضرات اس سلسلہ میں سابق محقق مشائخ کے برعکس افراط وتفریط اور مختلف قسم کی بے اعتدالیوں میں مبتلا ہوئے، مثلاً وہ مسنون اذکار کو ترک کرکے مباح اور غیر مسنون اذکار کا بہت اہتمام کرنے لگے، یا مباح اور غیر مسنون اذکار کی عقیدت مسنون اذکار کے مقابلہ میں زیادہ رکھنے لگے، یا مباح طریقوں وصورتوں کو قربت وسنت یا ضروری سمجھنے لگے، یا جہرِ مفرط کا ارتکاب کرنے لگے، جس سے اپنے یا دوسرے کو ایذاء وتکلیف پہنچے، وغیرہ وغیرہ۔

اس وجہ سے بعد کے محققین حضرات نے ان کے طرزِ عمل کو دیکھتے ہوئے نکیر فرمائی۔

اور یہ بات ممکن ہے کہ ایک زمانہ یا علاقہ میں کسی مباح ومسکوت عنہ عمل کو علاج ومخصوص مصلحت سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہو، اور اس مباح ومسکوت عنہ عمل کی مخصوص غیر منصوص ہیئت وکیفیت کو سنت وقربت اور ضروری نہ سمجھا جاتا ہو، اور بھی کسی قسم کی لازم ومتعدی مفسدہ وخرابی کا ارتکاب نہ کیا جاتا ہو، جبکہ کسی دوسرے زمانہ یا علاقہ کے لوگ اس عمل کو مخصوص ہیئت وکیفیت کے ساتھ سنت وقربت سمجھنے لگیں، یا اس میں التزام مالا یلزم وغیرہ کے مفاسد شامل کرلیں، یا اسی طرح کی کسی لازم یا متعدی خرابی کا ارتکاب کریں۔

اور اسی وجہ سے اس سلسلہ میں عوام اور خواص اور محتاط وغیر محتاط یا پہلے اور بعد کے لوگوں کی فکر وعمل میں فرق ہوسکتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں حکم بھی مختلف ہوسکتا ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی فریق یا شخص کی نظر اس عمل کے ذریعہ حاصل ہونے والے مخصوص فوائد ومنافع پر ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اس عمل کی ترغیب واہمیت پر عمل پیرا ہوتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں دوسرے شخص یا فریق کی نظر اس عمل پر معاشرہ یا عام لوگوں کے لیے مرتب ہونے والے بعض منکرات ومفاسد پر ہوتی ہے، اس لیے وہ اس عمل سے منع کرتا ہے، اس زاویۂ نظر اور ازمنہ یا امکنہ کے فرق کی وجہ سے بھی اس چیز کا حکم اور نتیجہ اخذ وبیان کرنے میں مختلف حضرات کا اختلاف رونما ہوجاتا ہے۔

چنانچہ کسی زمانہ میں میلاد یا اس جیسے بعض افعال کچھ خواص اور محتاط وخوش عقیدہ حضرات میں ہر قسم کے منکرات ومفاسد اور التزامات سے محفوظ ہوکر رسم ورواج کے بغیر مباحات کے دائرہ میں رہتے ہوئے احیاناً واتفاقاً انجام دیئے گئے، جن میں فی نفسہٖ حرج نہیں سمجھا گیا تھا، لیکن غیر محتاط لوگوں یا عوام نے ان میں مختلف قسم کے عملی وفکری مفاسد، منکرات والتزامات شامل کرلیے، مگر نام وہی باقی رکھا گیا، اور محتاط حضرات کے عمل سے سند پکڑی جانے لگی، جس کی وجہ سے محققین نے ان افعال سے منع وانکار کیا، اور ان پر نکیر فرمائی، اور محتاط وخوش عقیدہ حضرات کو بھی عوام کے فتنہ یا بالفاظِ دیگر متعدی مفسدہ کی وجہ سے، ان امور سے بچنے کی تلقین وتعلیم فرمائی۔

مذکورہ امور کی متعدد فقہاء، اہلِ علم اور محققین حضرات نے تصریح وتوضیح فرمائی ہے (جس کی تفصیل آگے اپنے اپنے مقامات پر آتی ہے)

اس کے علاوہ بعض مسائل میں اہلِ علم واہلِ فقہ حضرات کا اختلاف اجتہادی نوعیت کا ہوتا ہے کہ فقہی دلائل کی رو سے بعض اہلِ علم واہلِ فقہ حضرات کا رجحان کسی عمل کے جواز یا استحباب وغیرہ کی طرف ہوتا ہے، جبکہ بعض اہلِ علم واہلِ فقہ حضرات کا رجحان اس عمل کی کراہت یا عدمِ استحباب وغیرہ کی طرف ہوتا ہے، چنانچہ بعض اعمال کو بعض فقہائے کرام نے کسی دلیل، مثلاً بعینہٖ اس عمل کے عدمِ ثبوت یا نصوص میں اپنے اجتہاد سے ماخوذ مخصوص توضیح وتشریح وغیرہ کی رُو سے بدعت و مکروہ قرار دیا، اور بعض نے کسی دوسری دلیل مثلاً کسی عام اصول وقاعدہ یا نصوص کی اپنے اجتہاد سے ماخوذ مخصوص توضیح وتشریح وغیرہ کی رُو سے جائز یا مستحب قرار دیا۔

کتبِ فقہ میں اس کی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں، مثلاً بعض حضرات نے غیر منصوص مقامات پر جہری ذکر کو بدعت یا مکروہ قرار دیا، اور بعض حضرات نے جائز یا مستحب قرار دیا، اور ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہادی دلائل پیش کیے۔ [1]

اور مثلاً قرآن مجید میں ''ثلاثة قروء'' میں فقہائے کرام نے اپنے اپنے اجتہاد سے ''قروء'' کے معنیٰ کی تعیین کی، بعض نے ''طہر'' اور بعض نے ''حیض'' کو ترجیح دی۔ [2]

اسی طرح مثلاً صفا ومروہ کی سعی سے فارغ ہوکر دو رکعت نفل پڑھنا، حنفیہ کے نزدیک مستحب اور

---

[1] حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ ''احکام الایتلاف فی احکام الاختلاف'' کے عنوان سے تالیف فرمایا ہے، جس میں اجتہادی اور غیر اجتہادی نوعیت کے اختلافات اور ان کے احکام پر روشنی ڈالی ہے، یہ رسالہ اپنے موضوع پر نہایت جامع ہے، جس میں حضرت نے فرمایا کہ جو ''بدعت'' اہلِ حق کے اتفاق سے ''بدعت'' ہو، اس میں اختلاف ''سنت وبدعت'' کے درجہ کا کہلاتا ہے، اور جس میں اہلِ حق کے اجتہاد کی گنجائش ہو، اس کو اجتہادی مختلَف فیہا مسائل کی حیثیت حاصل ہوتی ہے (ملاحظہ ہو: ''بوادرُ النوادر'' صفحہ ٦٧٦، رسالہ ''احکام الایتلاف فی احکام الاختلاف'' فصل ششم ''اختلاف کی قسمِ ششم کے بیان میں'' فائدہ نمبر 1، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات، لاہور، پاکستان، سنِ اشاعت: 1985 عیسوی)

[2] (والمطلقات يتربصن) أى لينتظرن (بأنفسهن) عن النكاح (ثلاثة قروء) تمضى من حين الطلاق جمع قرء بفتح القاف وهو الطهر أو الحيض قولان وهذا فى المدخول بهن أما غيرهن فلا عدة عليهم لقوله (فما لكم عليهن من عدة) وفى غير الآيسة والصغيرة فعدتهن ثلاثة أشهر والحوامل فعدتهن أن يضعن حملهن كما فى سورة الطلاق والإماء فعدتهن قرء ان بالسنة (تفسير الجلالين، ج ١، ص ٤٩، سورة البقرة)

www.idaraghufran.org

بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک مکروہ یا بدعت ہے۔ [1]

اسی طرح ذکر کے متعلق تداعی اور جہر کا مسئلہ بھی ہے کہ بعض فقہائے کرام مثلاً شافعیہ وغیرہ ذکر و تلاوت میں تداعی اور ذکر بالجہر کو جائز بلکہ مستحب قرار دیتے ہیں، اور بعض دوسرے فقہائے کرام مثلاً مالکیہ وحنفیہ عام یا خاص حالات میں تداعی کو اور بعض جہراً ذکر کو ناجائز یا مکروہ وغیرہ قرار دیتے ہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس طرح کا اجتہادی اختلاف، جب اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے اصحابِ علم وفقہ حضرات کی طرف سے نیک نیتی کے ساتھ صادر و جاری ہو، تو وہ قابلِ مذمت اور قابلِ نکیر نہیں کہلاتا۔

اور اسی کے ساتھ اس سلسلہ میں اجتہاد وترجیح کی صلاحیت رکھنے یا ایسے شخص کی اتباع کرنے والے فرد کا رجحان، جس قول کی طرف ہو، اس کو اسے راجح سمجھنے کا اختیار ہوتا ہے، اور دوسرے مجتہد یا اس کے مقلد پر بے جا تنقید وتخطئہ کرنے سے اجتناب کا حکم ہوتا ہے۔

اور فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ بعض فقہاء کا قول بعض دوسرے فقہاء پر حجت نہیں ہوا کرتا۔

لیکن اسی کے ساتھ اس سلسلہ میں ایک سے زیادہ فقہائے کرام کے ایک دوسرے سے مختلف اقوال میں التباس پیدا کرنا درست نہیں ہوتا، جس کا عمل جس فقیہ کے قول پر منطبق ہو، اس کو اسی کی طرف نسبت کرنی چاہیے، مثلاً اگر کوئی ذکر وتلاوت میں تداعی کے جواز یا استحباب کے قول کو ترجیح دیتا یا

---

[1] استحب الحنفية إذا فرغ من السعى أن يدخل المسجد فيصلى ركعتين، ليكون ختم السعى كختم الطواف، كما ثبت أن مبدأه بالاستلام كمبدئه.

وللشافعية قولان فى هاتين الركعتين .قال الجوينى " :حسن وزيادة طاعة ."وقال ابن الصلاح " :ينبغى أن يكره ذلك لأنه ابتداع شعار ."قال النووى "وهذا الذى قاله ابن الصلاح أظهر والله أعلم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص ۲۰، وص ۲۱، مادة "سعى")

(قوله :ويكره للساعى إلخ) ويكره له أيضا أن يصلى بعده ركعتين اهـ .شرح م ر وفى الإيضاح ما نصه السابعة أى من سنن السعى قال الشيخ أبو محمد الجوينى -رحمه الله تعالى -رأيت الناس إذا فرغوا من السعى صلوا ركعتين على المروة وذلك حسن وزيادة طاعة لكن لم يثبت ذلك عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال الشيخ أبو عمرو بن الصلاح ينبغى أن يكره ذلك؛ لأنه ابتداع شعار، وقد قال الشافعى -رحمه الله -ليس فى السعى صلاة اهـ والله أعلم (حاشية الجمل على شرح المنهج، ج۲، ص۴۴۸، كتاب الحج، باب صفة النسك، فصل فيما يطلب فى الطواف من واجبات وسنن)

www.idaraghufran.org

اختیار کرتا ہے، تو اسے یہ بات تسلیم کرنی چاہیے کہ یہ مثلاً شافعیہ کے قول پر مبنی ہے، نہ کہ مالکیہ وحنفیہ کے قول پر، ایسی صورت میں اسے حنفیہ کا قول قرار دینا صحیح نسبت اور درست طرزِ عمل نہیں ہوگا۔

ذکر اور مجالسِ ذکر کے سلسلہ میں بھی حالات واغراض اور شخصیات یا ازمنہ وامکنہ کے مختلف ہونے کی وجہ سے حکم مختلف ہوسکتا ہے، یعنی یہ بات ممکن ہے کہ کسی زمانہ یا علاقہ میں جہری ذکر اور اس کی مخصوص مباح ھیئات وکیفیات کو لوگ بذاتِ خود قربت وسنت نہ سمجھتے ہوں، اور کسی دوسرے زمانہ یا علاقہ کے لوگ سنت وقربت سمجھتے ہوں، یا کسی علاقہ یا زمانہ کے لوگوں میں التزام مالا یلزم جیسی چیزیں ذکر کے ساتھ شامل نہ ہوں، اور دوسرے علاقہ یا زمانہ میں ایسی چیزیں شامل ہوجائیں، یا ذکر کے لیے بعض فقہاء مثلاً شافعیہ کے نزدیک تداعی و جہر جائز ہو، جس طرح نوافل میں تداعی جائز ہے، اور ذکر کے لیے تداعی و جہر کے جواز کا قول اسی پر مبنی ومتفرع ہو، اور بعض فقہاء مثلاً مالکیہ وحنفیہ وغیرہ کے نزدیک ذکر میں تداعی اور بعض کے نزدیک جہرنا جائز ہو، اور ذکر کے لیے تداعی و جہر کی کراہت یا عدمِ جواز کا قول اسی پر مبنی ومتفرع ہو، یا بعض لوگ مجالسِ ذکر خاص اس مقصد کے لیے تداعی کا اہتمام کیے بغیر وہاں پر کسی دوسرے غیر متنازع مشروع اجتماع مثلاً باجماعت نماز، یا وعظ وغیرہ کے لیے جمع شدہ لوگوں کے لیے اختیار کرتے ہوں، اور دوسرے لوگ خاص اس کے لیے باقاعدہ اہتمام وتداعی کے ساتھ منعقد کرتے ہوں، یا بعض لوگ آنِ واحد اور مقامِ واحد میں اتفاقاً وضمناً جمع ہوکر اپنا اپنا ذکر آہستہ آہستہ آواز میں یا قدرے جہر کے ساتھ کرتے ہوں، اور دوسرے لوگ خاص ایک ذکر کا اہتمام والتزام صوتِ واحد یا جہرِ مفرط کے ساتھ دواماً ومواظبتاً اختیار کرتے ہوں، جس سے اپنے یا دوسرے لوگوں کو ایذاء وخلل پہنچتا ہو، یا کسی زمانہ یا علاقہ میں یہ عمل خواص تک محدود ہو، جو خوش عقیدہ محتاط ہوں، اور وہ حدودِ شریعت کو ملحوظ رکھیں، اور دوسرے زمانہ یا علاقہ میں یہ عمل عوام تک متجاوز ہوجائے، جو محتاط وخوش عقیدہ نہ ہوں، اور وہ حدودِ شریعت سے تجاوز کریں، یا بعض لوگ مجالسِ ذکر کو ہی اصلاح بلکہ تصوف وطریقت کا اہم موضوع سمجھتے ہوں، اور ان کے مقابلہ میں اصلاحِ اخلاق اور شریعت کے اہم احکام واعمال کی طرف توجہ نہ کرتے ہوں، اور بعض اس قسم کے غلو سے محفوظ ہوں، اور وہ ثانوی درجہ میں صرف وسیلہ وذریعہ یا علاج کے طور پر اس

کو اختیار کرتے ہوں، اور بعض حضرات تداعی کے علاوہ بعض منکرات مثلاً اختیاری وجد و تواجد، رقص و سرود یا مرد و عورت کے بے محابا اجتماع وغیرہ کے ساتھ مجالسِ ذکر کو اختیار و منعقد کرتے ہوں، جبکہ بعض اس قسم کے منکرات سے اجتناب کرتے ہوں، وغیرہ وغیرہ۔

یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور کے جہری ذکر و مجالسِ ذکر کے جواز کے قائلین و عاملین اور مجوزین کی تکییف و توجیہ اور طرزِ عمل بھی مختلف ہے، بعض حضرات مجالسِ ذکر کو تداعی کے بغیر ہی جائز قرار دیتے ہیں، بعض تداعی کے ساتھ، مگر جمع ہونے کے بعد انفرادی طور پر اپنے اپنے سری ذکر کے جائز ہونے کے ہی قائل ہیں، جبکہ بعض جہراً و اجتماعاً یعنی صوتِ واحد کے ساتھ امام و مقتدی کی ہیئت کے طریقہ پر جہراً ذکر کے جواز کے قائل ہیں، پھر بعض علاجاً و اتفاقاً جہر وغیرہ کو اختیار کرنے کے قائل ہیں، اور اس طریقہ کو بذاتِ خود قربت و عبادتِ مقصودہ نہیں سمجھتے، جبکہ بعض حضرات ذکر میں اجتماعیت کو ''احادیث مجالسِ ذکر'' اور ''ریاض الجنۃ'' وغیرہ کا مصداق قرار دے کر اور ذکر بالجہر کے دلائل پیش کر کے ان دونوں امور کو قربتِ مقصودہ خیال کرتے ہیں، اور اس طرح کی مجالس مواظبتاً و عادتاً اختیار کرنے بلکہ عوام کو ان کی عام ترغیب دینے اور جگہ جگہ ان مجالس کے منعقد کرنے کی دعوت دینے کے قائل اور اس پر عمل پیرا ہیں، اور ان مجالسِ ذکر کے بغیر تصوف و طریقت کو فضول و لایعنی تک قرار دینے اور ان کا فرائض و واجبات کی طرح اہتمام کرنے کے درپے ہیں، اسی وجہ سے دور دراز سے سفر کر کے اس طرح کی مجالس میں شرکت کا اہتمام کرتے ہیں۔

قطع نظر مذکورہ حضرات کے موقف سے اتفاق یا اختلاف کے اتنی بات واضح ہے کہ مجالسِ ذکر اور جہری ذکر کے مجوزین کی طرف سے ان مجالس کے انعقاد اور جہراً ذکر کے سلسلہ میں توجیہات مختلف ہیں، اور متعدد مجوزین حضرات اس کے جواز کے لیے کچھ حدود و قیود کے قائل ہیں، جبکہ بعض غیر محتاط اور غیر فقیہ اس قسم کی حدود و قیود کو نظر انداز کرتے ہیں۔

پھر یہ ضروری نہیں کہ جو حدود و قیود اور شرائط کوئی مصنف کسی تحریر وغیرہ میں یا کوئی مقرر کسی تقریر وغیرہ میں ذکر و بیان کرتا ہے، خارج میں ہر جگہ اس کے مطابق عمل بھی ہو رہا ہو، یا مخصوص عوام ان کی پابندی بھی کر رہے ہوں، نیز اس سلسلہ میں توجیہات اور طرزِ عمل مختلف ہونے کی صورت میں

ان کا حکم بھی مختلف اور ایک دوسرے سے متفاوت ہوسکتا ہے۔

اس لیے اس طرح کے مواقع پر عوام کے نظریہ اور خارج میں ہونے والے عمل وطرزِ عمل کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے، اور کسی شخص یا فریق کے اپنے نظریہ وعمل کا مفاسد سے سلامت ہونا ایک حکمِ عام یا دوسروں کے عمل کے جواز کے لیے ناکافی ہے۔

بندہ نے مروجہ مجالسِ ذکر کے مسئلہ پر اس سے پہلے ایک رسالہ ''اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم'' اور دوسرا رسالہ ''مجالسِ ذکر اور احادیثِ ذکر'' کے عنوان سے تحریر کیا تھا، جن میں بندہ کا رجحان مروّجہ مجالسِ ذکر کو نفسِ تداعی کے ساتھ منعقد کرنے اور جہراً ذکر کرنے کی صورت میں عمومی نوعیت کے ساتھ مکروہ یا بدعت ہونے کی طرف تھا، اور پہلے مضمون میں بندہ کی جانب سے نفسِ تداعی اور نفسِ ذکر بالجہر کے ساتھ ذکر کے قائلین وعاملین کے متعلق غیر معمولی سختی وتشدد کا اظہار ہوگیا تھا، جس کی طرف بعض اکابر حضرات نے توجہ دلائی تھی، جس کے بعد بندہ نے اس میں قدرے اصلاح واعتدال پیدا کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن اب جبکہ ان دونوں مذکورہ رسائل کی جدید اشاعت کا مرحلہ سامنے آیا، تو اپنی متعدد دوسری تحریرات وتالیفات کی طرح حسبِ معمول بندہ نے ان مذکورہ دونوں رسائل پر ایک مرتبہ پھر نظرِ ثانی کی، تو اب مذکورہ دونوں رسائل میں متعدد امور میں مزید کچھ شدت موجود ہونے کا احساس ہوا، ایک تو اس وجہ سے کہ پہلے بندہ محدود اہلِ علم واہلِ فقہ حضرات کے موقف کو ملحوظ رکھ کر حکم بیان کرنے پر اکتفاء کرنے کا مزاج رکھتا تھا، بعد میں اس مزاج میں وسعت پیدا ہوگئی، اور دیگر فقہائے کرام ومحدثینِ عظام کے وسیع تر اقوال اور نصوص کو پیشِ نظر رکھ کر مسائل پر غور وفکر کرنے کی طرف رجحان ہوا، جس کی وجہ سے الحمد للہ تعالیٰ مجتہد فیہا اور غیر مجتہد فیہا مسائل میں فرق کرنے کی طرف توجہ ہوئی، اور دوسرے مجالسِ ذکر کے قائلین وعاملین کے بعض مضامین بھی نظر سے گزرے، اور ان کے موقف ودلائل اور توجیہات وتاویلات وغیرہ کا قدرے جائزہ لینے کا موقع حاصل ہوا۔

تیسرے بعض حضرات کی طرف سے اس مسئلہ پر اپنے موقف کے مطابق بے جا ردّ وقدح، تشدد وسختی اور دوسرے پر سخت نکیر کا طرزِ عمل ملاحظہ کیا، جس کی وجہ سے باہم بے جا تفریق وتعصب اور ضد

وہٹ دھرمی کی فضاء پیدا ہونے کا احساس ہوا۔

اس صورتِ حال کے نتیجہ میں پہلے بندہ کے موقف میں مجالسِ ذکر کو نفسِ تداعی اور ذکرِ جہری کے ساتھ منعقد کرنے کی صورت میں عدمِ جواز کے متعلق جو فی الجملہ شدت تھی، ان دونوں مسائل کے مجتہد فیہا ہونے کی وجہ سے اس سلسلہ میں کمی آ گئی، اور نفسِ مجالسِ ذکر اور جہری ذکر کے قائلین وعاملین کے متعلق دوسرے مسائل سے قطع نظر، صرف اس مسئلہ کی حد تک صرف تداعی اور جہر کی بناء پر بالخصوص جبکہ قربت وسنت سمجھے بغیر صرف علاج کے طور پر ہو، بدعت کی نسبت کا جو احساس تھا، اس میں کمزوری واقع ہوگئی۔

البتہ اگر جہر وتداعی کے علاوہ کوئی دوسرا مسلمہ منکر شامل ہو یا خاص اس مسئلہ سے ہٹ کر دیگر منکرات وبدعات ہوں، ان کا معاملہ اپنی جگہ ان کی حسبِ شان ہے، جن سے بندہ کے مسئلہ ہٰذا کے متعلق موقف سے تعلق نہیں۔

اس لیے بندہ نے اب پہلے تشدد وسختی والے طرزِ عمل سے رجوع کر کے مذکوہ دونوں رسائل کو جدید وسیع طرزِ عمل کے مطابق مرتب کیا، جس میں حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے اقوال اور ذکر بالجہر نیز مروجہ مجالسِ ذکر کے مانعین کے ساتھ ساتھ مجوزین کے معقول وقابلِ ذکر دلائل کو بھی ملحوظ رکھنے اور طرفین سے بعض توجیہات وجوابات کو شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ان تمام امور کے نتیجہ میں اب بندہ کا رجحان اس طرف ہے کہ مروّجہ مجالسِ ذکر واجتماعی ذکر کو جن میں جہری ذکر ہوتا ہے، یا خاص ذکر کے لیے تداعی ہوتی ہے، اوران مجالس میں شرکاء کے لیے مخصوص مباح کیفیات کا اہتمام ہوتا ہے، سنت وقربت قرار دینا درست نہیں، اوراس طرح کی مجالس کو اپنی مجموعی کیفیات کے ساتھ سنت وقربت سمجھنا بدعت ہے، نیز نفسِ جہر وتداعی سے ہٹ کر کوئی دوسرا منکَر شامل ہو، تو اس کا حکم بھی حسبِ منکر ہوگا، البتہ کسی مخصوص مباح طریقہ وکیفیت کے ساتھ جہری یا اجتماعی ذکر کو بذاتِ خود سنت وقربت سمجھے بغیر اتفاقاً وعلاجاً اختیار کیا جائے، اور کسی قسم کی لازم ومتعدی خرابی میں مبتلا نہ ہوا جائے، تو فی نفسہٖ بدعت نہیں کہلائے گا، بالخصوص جبکہ سراًذکر کیا جائے اور خاص ذکر کے مقصد کے لیے تداعی نہ ہو، بلکہ وعظ وغیرہ کے لیے تداعی ہو، یا نماز

باجماعت وغیرہ کے لیے اجتماع منعقد ہو، اور پھر ضمناً ذکر کا عمل کیا جائے۔

پھر جو اہلِ علم واہلِ فقہ حضرات مثلاً حنفیہ وجمہور مشائخ دیوبند، ذکر میں نفسِ تداعی اور غیر منصوص مقامات پر جہراً ذکر کو مکروہ قرار دیتے ہیں، ان کے قول کے مطابق ذکر میں نفسِ جہر اور اسی طرح ذکر میں نفسِ تداعی مکروہ ہوگی۔

پھر اگر ذکر میں جہر اور تداعی کے شافعیہ کے جواز والے قول کو بھی لیا جائے، جو کہ بظاہر ہمارے نزدیک مرجوح قول ہے، لیکن بہر حال بعض فقہاء ومجتہدین کا قول ہے، تو اس قول کے مطابق بھی ان مجالس کو عمومی انداز ومقامات پر اہتمام کے ساتھ منعقد کرنے اور ان کی طرف عام لوگوں کو ترغیب دینے میں بذاتِ خود مخصوص کیفیت وھیئت پر مشتمل طریقہ کو سنت وقربت سمجھے جانے اور التزام مالایلزم جیسی خرابیوں اور افراط وتفریط کے پیدا ولازم آنے کا اندیشہ ہے، جیسا کہ عوامی سلسلوں میں اس طرح کے مفاسد کا عموماً اندیشہ ہوتا ہے، بلکہ بہت سے مقامات پر مجالسِ ذکر کے عنوان سے اس سلسلہ میں مختلف مفاسد ومنکرات لازم آ بھی چکے ہیں، چنانچہ بعض مقامات پر مجالسِ ذکر بلند آواز سے خواتین بھی منعقد کرتی ہیں، متعدد مساجد میں بلند آواز سے ذکر کی وجہ سے نمازیوں کو خلل واقع ہوتا ہے، اور ان کی طرف سے شکایت سامنے آتی ہے، بعض مقامات پر قرب وجوار کے گھروں میں بھی آواز پہنچنے سے لوگوں کے آرام وعبادت وغیرہ میں خلل واقع ہوتا ہے، اور بعض مقامات پر مسجد کو تماشا گاہ بنالیا جاتا ہے، نیز وجد وتواجد اور رقص وسماع وغیرہ جیسی چیزیں بھی مجالسِ ذکر کے ضمن میں یا اس عنوان سے بعض لوگوں کے یہاں شامل ہوگئی اور رواج پکڑ گئی ہیں، اور بعض لوگ خاص ھیئت وکیفیت کے ساتھ اجتماعی ذکر کو قربت اور سنت یا لازم سمجھنے لگے ہیں، اور جو شخص ان کے ساتھ عام مساجد میں منعقد ہونے والی مجالسِ ذکر میں شرکت نہ کرے، اور نماز وغیرہ ادا کر کے مسجد سے چلا جائے، یا اس طرزِ عمل کے ساتھ مجالسِ ذکر کے انعقاد کو راجح نہ سمجھے، تو اسے ذکر یا تصوف وطریقت کا منکر یا مخالف خیال کیا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہ تصوف وطریقت سے ناواقف ہے، یا ایسے شخص کو سلفی وغیر مقلد وغیرہ ہونے کا خطاب دیا جاتا ہے، اور اس کا تحریری یا تقریری طور پر اظہار کیا جاتا ہے، یا بعض جگہ تصوف وطریقت کے اصل موضوع، اصلاحِ اخلاق کو

نظر انداز کرکے سارا زور مجالسِ ذکر پر ہی دیا جانے لگا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح کے امور مختلف مقامات پر واقع ہوچکے ہیں، اور ہمارے مشاہدہ کی رُو سے واقعہ کے مطابق ہیں، اور مروّجہ مجالسِ ذکر کے مجوّزین کی بعض کتب ورسائل میں اس طرح کے امور شائع بھی ہوئے ہیں، اور اس سلسلہ میں زبانی وکلامی گفت وشنید کا سلسلہ الگ ہے۔

دوسری طرف بہت سی بدعات معاشرہ میں اسی طرح رواج پکڑ گئی ہیں کہ ان کی جو حالت ابتداء وآغاز میں یامحتاط وخوش عقیدہ حضرات کے درمیان تھی، اب ان کی وہ حیثیت عوامی دنیا اور عام معاشرہ میں باقی نہیں رہی، چنانچہ مجلسِ مولود ومیلاد، عرس، سماع اور مختلف غمی وخوشی وغیرہ کے مواقع کی رسوم کا معاملہ اسی نوعیت کا ہے، بلکہ بہت سی غیرشرعی رسوم جاہل یا غیر محقق صوفیاء کے طبقہ میں بھی رائج ہیں، جن کی محققین نے تردید فرمائی ہے، اور عوامی دنیا میں ان چیزوں کے رواج پکڑنے کے بعد ان کی اصلاح مشکل مرحلہ بن جاتی ہے، اس لیے ابتداء ہی میں منکرات ومفاسد کا سدِّ باب ضروری ہے۔

اور یہ بات واضح ہے کہ صوفیائے کرام کا طبقہ بھی شرعی احکام کا مکلّف ہے، تصوف وطریقت کے نام سے تاویلات کرکے اور فقہائے کرام کے اقوال واصول کو نظر انداز کرکے ہر عمل کو سندِ جواز فراہم نہیں کی جاسکتی، یہی وجہ ہے کہ تصوف کی راہ یا عنوان سے رواج پکڑنے والی بدعات ومنکرات اور رسوم کی ہر دور میں اہلِ حق محققین نے تردید فرمائی ہے۔

لہٰذا ان جیسی وجوہات کی بناء پر مروّجہ مجالسِ ذکر کو علاجاً بھی عام رواج دینے اور ان کا عمومی انداز میں اہتمام کرنے سے پرہیز کرنے کی طرف ہی رجحان ہوا۔

بالاخص جب صوتِ واحد اور آنِ واحد کے ساتھ ایک ذکر کا اہتمام کیا جائے، تو اس طریقہ کو اختیار کرنے اور اس سے بڑھ کر عوام میں رواج دینے سے حتی الامکان اجتناب کرنے میں ہی عوام کے عقیدہ وعمل کی حفاظت وسلامتی ہے۔

اور اگر صوفیائے کرام کے کسی سلسلہ میں جہری ذکر واجتماعی ذکر پر سنت وقربت سمجھے بغیر صرف علاجاً عمل ہو، تو اگرچہ ہمارے نزدیک فقہی لحاظ سے اس طرح کے افعال کو عوامی سطح پر منعقد کرنا خاص طور

پر اس کی عادت بنالینا مفاسد کا سبب ہونے کی وجہ سے درست طرزِ عمل نہیں، لیکن ہم صرف جہر کے ساتھ علاجاً وتعلیماً مجالسِ ذکر کے عاملین کو صرف اس عمل کی وجہ سے بدعتی قرار دینے سے اجتناب کرتے ہیں، جب تک کوئی دوسری لازم یا متعدی خرابی ومفسدہ لازم نہ آئے، اور مسئلہ ہٰذا کے مجتہد فیہ ہونے کی وجہ سے تداعی وجہر کے ساتھ اجتماعی ذکر کے جواز یا استحباب کو مرجوح سمجھتے ہیں، بے شک وہ اپنے نزدیک اپنے طرزِ عمل یا رائے کو راجح سمجھیں، یہ ان کا اپنا معاملہ ہے، جیسا کہ دیگر مجتہد فیہا مسائل کا معاملہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔

البتہ اگر کوئی مجلسِ ذکر نفسِ تداعی یا جہر کے علاوہ کسی دوسرے غیر مجتہَد فیہ نوعیت کے منکر وبدعت پر مشتمل ہو، تو اس کے عدمِ جواز میں شبہ نہیں۔

اور ہم اس سلسلہ میں مجوزین کو خاص طور پر جن کا تعلق حنفیہ سے ہے، دعوت دیتے ہیں کہ وہ تداعی، جہری ودیگر قیوداتِ زائدہ کے ساتھ اجتماعی ذکر کے اہتمام والتزام اور اس کی ترغیبِ عام سے اجتناب فرمائیں، تاکہ نزاع کا خاتمہ ہو، اور اسی کے ساتھ فریقین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف بے جا تشدد ونکیر والا انداز اور طرزِ عمل اختیار کرنے اور مجتہد فیہا مسائل میں نکیر وتشدد سے گریز کریں، اور جس درجہ کا کوئی منکر ہو، اس پر اسی درجہ کی نکیر کو محدود رکھیں، اور ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہو کر نیک نیتی اور ٹھنڈے دل کے ساتھ ایک دوسرے کے موقف و تاویل اور توجیہ کو سمجھنے اور اپنے قول وفعل میں اعتدال پیدا کرنے اور خود حتی الامکان مفاسد و منکرات سے اجتناب کرنے اور مسنون اعمال واذکار کو اختیار کرنے کا زیادہ سے زیادہ اہتمام فرمائیں، اور مسنون اعمال پر غیر مسنون اعمال کو ترجیح دینے سے گریز فرمائیں۔

زیرِ نظر مضمون کو بندہ نے ''مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر'' کے نام سے معنون کیا ہے، جس میں بندہ نے الگ الگ فصلیں قائم کر کے مسئلہ ہٰذا اور اس سے متعلقہ پہلوؤں پر مختلف فقہاء، علماء اور محدثین ومفسرین کے اقوال کی روشنی میں قدرے تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے، اور متعلقہ پہلوؤں کو الگ الگ نمایاں کرنے کی وجہ سے بعض عبارات ایک سے زیادہ فصلوں میں بھی نقل کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے، کیونکہ ان عبارات میں ایک سے زیادہ فصلوں سے متعلق مضامین

تھے، اوراس مفصل مضمون میں بندہ نے اپنے سابقہ دو رسائل ''اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم'' اور ''مجالسِ ذکراوراحادیثِ ذکر'' کو بھی جدید ترتیب کے ساتھ مدغم کردیا ہے، اس لیے اب ان مذکورہ وسابقہ دونوں رسائل کی الگ سے اشاعت کی بندہ کی طرف سے اجازت نہیں۔

اللہ تعالیٰ اعتدال کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور مجتہد فیہا مسائل میں بے جا تشدد ونکیر اختیار کرنے سے محفوظ رکھے، اور مسنون وماثور اعمال واذکار کی کماحقہٗ اہمیت دلوں میں پیدا فرمائے۔ آمین۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

14/شوال المکرّم/1438ھ 9/جولائی/2016ء بروز اتوار

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

(ماخوذ از: ''علمی وتحقیقی رسائل، جلد ششم'' صفحہ ۳۳ تا ۴۸، مطبوعہ: ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان)

Awami Poultry
Hole sale center
پروپرائیٹر: پرویز اعوان
عوامی پولٹری ہول سیل سینٹر
ہمارے ہاں مرغی کا مکمل سپیئر پارٹس دستیاب ہے، مثلاً گردن، پوٹا کلیجی، وینگ، لیگ پیس اور بون لیس وغیرہ دستیاب ہیں
تھوک وپرچون ہول سیل ڈیلر
نیز شادی بیاہ میں مال منڈی ریٹ پر دستیاب ہے
مین روڈ، رتہ امرال، راولپنڈی 0321-5055398 0336-5478516

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات،مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

کھانا پکانے(Cooking)کے آداب(تیسری وآخری قسط)

کھانا پکانے میں امانت ودیانت سے متعلق آداب

(23)......اگر آپ دوسروں کے لئے اجرت پر کھانے کی پکائی کا کام کرتے ہیں،تو کھانا پکانے کے دوران مالک کی مملوکہ چیزوں میں خورد برداور خیانت نہ کیجئے،جتنی مقدار کھانے کی خام یا پکی ہوئی شکل میں بچ جائے وہ مالک کوواپس کردیجئے اور مالک کی اجازت ورضامندی کے بغیر خام یا پختہ وتیارشدہ کھانے پینے کی کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھئے، نہ ہی مالک کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کوفراہم کیجئے۔

(24)......اگر آپ شادی ہال وغیرہ کے مالک یانگران وذمہ داریاویٹر(Waiter)ہیں،تو بھی مالک کی اجازت کے بغیر کھانے کا کوئی حصہ چوری نہ کیجئے اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی خیانت اور خورد برد سے کام لیجئے۔

(25)......اگر آپ دوسرے کوآرڈر پر کھانا تیار کر کے فراہم کریں،تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ معاہدہ کے مطابق کھانے کی پوری اور صحیح مقدار فراہم کیجئے،زیادہ مقدار کا معاہدہ کر کے کم مقدار یا ناقص اور مضرِ صحت کھانا فراہم کرنا ناجائز اور ظلم ہے۔

(26)......کھانے پینے کی چیزوں میں چند ٹکے بچانے کی خاطر سستی اور مضر صحت اور ملاوٹی اشیاء کے استعمال سے پرہیز کیجئے، ورنہ آپ کے یا آپ کی اولاد کے اوپر کسی کی جان کا وبال پڑسکتا ہے۔

افسوس کہ آج کل بہت سے لوگوں کا دل اس سلسلہ میں بہت سخت ہوگیا ہے۔

www.idaraghufran.org

(27)...... مضرِ صحت اور گندی و ناکارہ چیزیں پکا کر یا سڑے بسے کھانے کی اوپر اوپر سے اصلاح کر کے دوسروں کو فراہم کرنا سخت ظلم اور گناہ ہے۔

لہٰذا اگر آپ کھانا دوسروں کے لئے پکاتے ہیں، مثلاً آپ کھانا پکانے کی ملازمت کرتے ہیں، یا کھانا پکا کر، یا کھانے پینے کی کوئی چیز یا مختلف اشیاء، مثلاً مٹھائی، پکوڑے وغیرہ تیار کر کے فروخت کرتے ہیں، تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ کھانے پینے کی اشیاء صاف ستھری اور صحیح استعمال کریں اور صفائی کا خاص خیال رکھیں۔

اگر آپ اس سلسلہ میں کوتاہی اختیار کریں گے اور لوگوں کو خراب اور مضرِ صحت اشیاء فراہم کریں گے تو آپ مجرم اور گناہ گار شمار ہوں گے۔

اور اگر آپ کی اس حرکت کی وجہ سے کچھ لوگ بیمار پڑ گئے یا فوت ہوگئے، یا علاج معالجہ پر ان کا پیسہ خرچ ہوا، تو روزِ قیامت آپ سے اس کا مؤاخذہ ہوگا۔

(28)...... جس کھانے کے باسی ہوجانے کی وجہ سے اس میں مہک اور بُو پیدا ہوگئی ہو، اس کا کھانا صحت کے لئے نقصان دہ ہے، اس میں الائچی وغیرہ ڈال کر اس کی بو دور کرنے سے اس کے مضر اثرات کا خاتمہ نہیں ہوتا۔

کھانا پکانے سے متعلق متفرق آداب

(29)...... کھانے پکانے والے کو چاہئے کہ وہ کسی ماہر مرد یا عورت سے کھانا پکانے کا طریقہ سیکھ لے اور کچھ وقت کسی کی نگرانی میں یہ کام کرے تو زیادہ بہتر ہے، مزید یہ کہ مختلف اشیاء تیار کرتے وقت بھی کسی تجربہ کار سے مشورہ کا معمول رکھے۔

(30)...... بچیوں کو سمجھ دار ہونے کے بعد کھانا پکانے کی تربیت اور تعلیم دینے کی کوشش کرنی چاہئے، تاکہ آگے چل کر انہیں کسی قسم کی مشکلات کا سامنا نہ ہو۔

(31)...... انسان کو مرد ہونے کے باوجود بھی کچھ کھانا پکانے کا مشغلہ سیکھ لینا چاہئے، زیادہ نہ ہو سکے تو کم از کم چھوٹی موٹی چیزیں پکانے کا طریقہ سیکھ لینا مناسب ہے، یہ زندگی کے مختلف حالات

میں بہت کام آتا ہے،اور بلاوجہ دوسروں کی محتاجی اور پریشانی سے حفاظت رہتی ہے۔

(32)...... جو مرد یا عورت دوسروں کے لئے کھانا تیار کرے،خواہ اجرت ومعاوضہ اور تنخواہ پر ہی کیوں نہ ہو،اسے دوسروں کی خدمت کی نیت کرلینی چاہئے،اس نیت سے یہ کام عبادت اور ثواب کے زمرہ میں داخل ہوجاتا ہے،خاص طور پر جو خواتین یا مرد گھر والوں یا متعلقین کے لئے تبرعاً بغیر معاوضہ کے کھانا تیار کریں،ان کو چاہئے کہ وہ دوسروں کی خدمت اوران کو راحت پہنچانے کی نیت سے کام کیا کریں،اس سے ان کی یہ عظیم اور بڑی محنت دنیا کے بجائے دین کے کام میں داخل ہو جائے گی۔

(33)......اگر ٹھنڈے کھانے پینے کی چیز کو گرم کرنے کی ضرورت ہو،تو بہتر یہ ہے کہ اسے چولہے وغیرہ پر گرم کیا جائے،آج کل بجلی کے ذریعہ مخصوص مشین یعنی اوون (Oven) سے کھانے پینے کی چیز گرم کی جاتی ہے،اس مشین سے برقی شعاعیں کھانے کے ساتھ شامل ہونے سے صحت پر مضر اثرات پڑ رہے ہیں،خاص طور پر جبکہ اس کھانے پینے کی چیز کو پلاسٹک کے برتن میں یا ڈھانپے بغیر گرم کیا جائے،تو اس سے کینسر کے اثرات جسم پر پڑتے ہیں۔

اسی طرح فریج وغیرہ میں ڈھانپے بغیر کوئی چیز رکھ کر چھوڑ دینے سے بھی اس کے اندر پیدا ہونے والی گیسز کھانے پینے کی چیزوں میں منتقل ہو کر صحت کے لیے مضر بنتے ہیں۔

اس لیے بہتر تو یہی ہے کہ کھانے پینے کی چیزیں تازہ استعمال کریں،اور فریج میں رکھنے کی ضرورت نہ سمجھیں،کیونکہ باسی ہونے سے اس کے مفید اثرات ختم ہوجاتے ہیں،اور زیادہ وقت گزرنے سے مضر صحت اثرات پیدا ہوجاتے ہیں،اور اگر کبھی ضرورت ہو،تو ڈھانپ کر رکھیں۔

اقبال ٹریڈرز

ہمارے ہاں پلاسٹک،اسٹیل،آفس فرنیچر اور کمپیوٹر ٹیبل کی ورائٹی دستیاب ہے

اس کے علاوہ المونیم کی کھڑکیاں اور دروازے،سیلنگ،بلائنڈز،وال پیپر،ونائل فلور ٹائل بھی دستیاب ہیں

بالمقابل چوک کوہاٹی بازار مری روڈ راولپنڈی

فون 5962705--5503080

عبرت کدہ　　حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط35　　مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَ بۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

فرعون کے حضرت موسیٰ پر اعتراضات

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جن باتوں کی طرف دعوت دی، یہ باتیں فرعون کے لیے ناقابل برداشت تھیں، پہلی بات سے تو براہ راست اس کی خدائی پر زَد پڑتی تھی، کیونکہ اس نے تو یہ دعویٰ کر رکھا تھا کہ ''اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی'' کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہو، اور انہیں یقین دلاتا تھا کہ میں اپنے سوا تمہارے لیے کسی رب کو نہیں جانتا، اب وہ کیسے گوارا کرتا کہ اس کے پرستاروں کے مجمع میں اللہ تعالیٰ کا کوئی ذکر کرے۔

رہا بنی اسرائیل کی آزادی کا مسئلہ تو اس کو بھی وہ ماننے کے لیے تیار نہ تھا، وہ بنی اسرائیل کو ہجرت کی اجازت دے کر اپنی قوم کو ایسے جفاکش مزدوروں کی خدمات سے محروم کر دینا نہیں چاہتا تھا، جو اپنے قبطی آقاؤں کی زمین میں کھیتی باڑی کرتے، جو اِن کے لیے شاندار محلات تعمیر کرتے، اور ان کو راحت وآرام پہنچانے کے لیے آٹھوں پہر بے زبان چوپایوں کی طرف کام میں جتے رہتے تھے، فرعون کے خیال میں اس طرح تو ملک کے استحصال، ظلم اور حق تلفی پر مبنی سارے معاشی نظام کے تلپٹ ہو جانے کا خطرہ تھا۔

سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ أَلَمۡ نُرَبِّکَ فِیۡنَا وَلِیۡدًا وَلَبِثۡتَ فِیۡنَا مِنۡ عُمُرِکَ سِنِیۡنَ .وَفَعَلۡتَ فَعۡلَتَکَ الَّتِیۡ فَعَلۡتَ وَأَنۡتَ مِنَ الۡکَافِرِیۡنَ.قَالَ فَعَلۡتُهَا إِذًا وَّأَنَا مِنَ الضَّالِّیۡنَ.فَفَرَرۡتُ مِنۡکُمۡ لَمَّا خِفۡتُکُمۡ فَوَهَبَ لِیۡ رَبِّیۡ حُکۡمًا وَّجَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ.وَتِلۡکَ نِعۡمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ أَنۡ عَبَّدۡتَ بَنِیۡ إِسۡرَائِیۡلَ (سورة الشعراء، رقم الآيات ١٨ الیٰ ٢٢)

www.idaraghufran.org

یعنی ’’ فرعون نے (جواب میں موسیٰ علیہ السلام) سے کہا کیا ہم نے تمہیں اس وقت اپنے پاس رکھ کر نہیں پالا تھا، جب تم بالکل بچے تھے؟ اور تم نے اپنی عمر کے بہت سے سال ہمارے یہاں رہ کر گزارے۔ اور جو حرکت تم نے کی تھی وہ بھی کر گزرے، اور تم بڑے ناشکرے آدمی ہو۔ موسیٰ نے کہا کہ اس وقت وہ کام میں ایسی حالت میں کر گزرا تھا کہ مجھے پتہ نہیں تھا۔ چنانچہ جب مجھے تم لوگوں سے خوف ہوا تو میں تمہارے پاس سے نکل گیا، پھر اللہ نے مجھے حکمت عطا فرمائی، اور مرسلین میں شامل فرما دیا۔ اور وہ احسان جو تم مجھ پر رکھ رہے ہو (اس کی قیمت پر) تم نے سارے بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھنا چاہتے ہو ‘‘۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دونوں باتیں سن کر وہ بپھرا، اور کہنے لگا کہ تمہاری یہ ہمت کہ مجھ سے آمنے سامنے باتیں کرو، تم وہی نہیں، جسے ماں نے ایک تابوت میں رکھ کر دریا میں پھینک دیا تھا، اور ہم نے تجھے تابوت سے نکالا، اور بڑے نازونعم سے تمہیں پالا، عرصہ دراز تک تم ہمارے پاس رہے اور ہم تمہاری ہر طرح کی ناز برداریاں کرتے رہے، تم آج ہمیں آنکھیں دکھانے اور اپنے مطالبات منوانے آئے ہو۔ اسی طرح تمہیں یہ بات بھی یاد ہونا چاہیے کہ تم نے میرے احسانات کی ناشکری اور حقِ تربیت کو فراموش کرتے ہوئے ایک اور سنگین جرم کا ارتکاب کیا تھا کہ ہماری قوم کے ایک آدمی کو بلاوجہ قتل کر دیا تھا۔ اس سے پہلے تو تم نے کبھی ہماری خدائی پر اعتراض نہیں کیا، اور نہ کبھی بنی اسرائیل کی سربراہی کا دعویٰ کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں باتوں کا الگ الگ جواب دیا کہ قتلِ خطاء کا جواب تو یہ ہے کہ جس وقت مجھ سے یہ غلطی سرزد ہوگئی تھی اس وقت میں شریعت کی باتوں سے بالکل ناواقف تھا ، اور نہ ہی مجھ کو نبوت کی نعمت عطا نہ ہوئی تھی ، اور جب غلطی کا احساس ہوا تو اس وقت میں نے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگی تھی ، اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ [1]

---

[1] قال له ألم نربک فينا وليدا يعنى صبيا ولبثت فينا من عمرک سنين أى ثلاثين سنة وفعلت فعلتک التى فعلت يعنى قتلت القبطى وأنت من الكافرين قال أكثر المفسرين من الجاحدين لنعمتى وحق تربيتى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور فرعون کے گھر میں پرورش پانے ، بڑھنے اور پلنے کے متعلق بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے الزامی جواب دیا کہ عجیب بات ہے کہ تمہارے گھر میں میری پرورش تجھ کو یاد ہیں ، لیکن تو نے جو میری پوری قوم بنی اسرائیل کو غلام بنایا ، اور ہزاروں معصوم بچوں کو تہہ تیغ کیا ان کو بھول گیا ؟ اور ہزاروں مَردوں عورتوں کو رات دن ظلم کا تختہ مشق بنائے رکھا ، ان کا تجھے خیال نہیں آیا ؟ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يقول ربيناك فينا فكافأتنا أن قتلت منا نفسا، وكفرت نعمتنا وهي رواية عن ابن عباس قال إن فرعون لم يكن يعلم الكفر بالربوبية ولأن الكفر غير جائز على الأنبياء لا قبل النبوة، ولا بعدها وقيل معناه وأنت من الكافرين بفرعون وإلهيته قال يعني موسى فعلتها إذا وأنا من الضالين أى من الجاهلين بأن ذلك يؤدى إلى قتله لأن فعل الوكزة على وجه التأديب لا على وجه القتل وقيل من الضالين عن طريق الصواب وقيل من المخطئين(تفسير الخازن، ج۳ص ۳۲۳، سورة الشعراء)

[1] بعض حضرات کے نزدیک ، فرعون ''الم نربک فینا ولیدا'' میں حضرت موسیٰ کو اپنے احسانات یاد دلا کر رام کرنا اور ان سے سمجھوتہ اور انڈرسٹینڈنگ کرنا چاہتا ہے کہ ہم کل بھی تمہارے مربی ، خیر خواہ و محسن تھے ، آج بھی ہم تمہیں ہر طرح نوازیں گے ، اپنی ماتحتی میں بنی اسرائیل کی لیڈرشپ بھی تمہاری تسلیم کریں گے ، لیکن اس کے بدلے میں تم خاموش رہو ، اور بنی اسرائیل کو جس استحصال میں ہم نے جکڑا ہے ، اس کے خلاف آواز نہ اٹھاؤ ، ان کو غلامی کے خلاف بیدار نہ کرو۔

حضرت موسیٰ فراستِ نبوت سے وقت کے طاغوت اور سامراج کے ترکش کے اس آخری وار کو سمجھ بھی گئے اور سہار بھی گئے ، اور واضح کیا کہ فرعون جو چاہتا ہے ، میں سمجھتا ہوں ، اور میں اس سے صاف انکار کرتا ہوں کہ مجھے نواز کر ، احسانات یاد دلا کر اس کے ضمن میں آئندہ احسانات و اعزازات کا اشارہ دے کر اس کے بدلے میں اپنی قوم کے مفادات پر سمجھوتہ کروں ، ان کی غلامی پر چپ رہوں ، مجھے یہ پیش کش قبول نہیں۔

دیکھا جائے تو سامراج کا یہ موجودہ وطیرہ قرآن کی آیات کی رو سے فرعون کا چلایا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ غریب ، محکوم قوموں کے کچھ لوگوں کو خرید کر ان کو ان کی قوموں کی لیڈرشپ اور حکمرانی دے کر اس کے بدلے میں محکوم قوم کو غلامی و استحصال میں جکڑے رکھنا ، جو برٹش اقتدار کی ہمیشہ پالیسی رہی ، پھر روس اور امریکہ ، فرانس کی بھی رہی ، یہ فرعونی طریقۂ استحصال اور اندازِ سیاست ہے۔

تو کوئی موسیٰ کیوں نہیں بنتا ، سب سامراج کے لیے قارون وہامان کیوں بن جاتے ہیں ؟؟؟

أى أتمُنُّ علىَّ بتربيتي وليدًا في قصرك محتسبها علىَّ نعمة؟ أليس منشؤها ظلمك واستعبادك لبني إسرائيل؟ فإن كنت أسديت إلىَّ نعمة فقد لاقى قومي منك الذل والهوان، فإني أتألم لآلامهم، وأشفق لحالهم ......ومن هنا نستوحي طعنة أُخرى لفرعون، وحجة داحضة عليه، وهذه الطعنة مفادها كيف تنكر يا فرعونُ علىَّ قتل رجل بغير قصدٍ وبغير إصرار، وأنت الذى أمرت بتقتيل أبناء الإسرائيليين من غير ذنب ولا جُرُم اقترفوه وأنت قاصدٌ إلى ذلك الفعل؟

فأيُّ الفريقين أحق بإلصاق تهمة القتل العمد والتسربل بصفة الإجرام والمجرمين؟ أنا أم أنت؟؟؟ وانظر كيف كان أدب موسى في دفاعه عن نفسه، فهو لم ينكر وقوع فعلته والتهمة، وإنما أنكر دوافعها، فهو لم يقتل المصري إلَّا عن جهل وغفلة كانت منه(قصة موسى عليه السلام مع فرعون بين القرآن والتوراة "دراسة مقارنة "إعداد:نضال عباس جبر دويكات،ص ٧٦، ٧٧،الفصل الثالث:مرحلة الدعوة ومواجهة فرعون،المطلب الثاني: رد فرعون على موسى)

www.idaraghufran.org

طب وصحت (قُسط یا کُٹھ: قسط8) حکیم مفتی محمد ناصر

حلق کے امراض کی تشریح اور ان میں ’’قسط‘‘ کے فوائد

احادیث میں ’’قُسط‘‘ یعنی ’’کُٹھ‘‘ کا حلق اور سینہ کے امراض میں مفید ہونا خاص طور پر بیان ہوا ہے، اس لئے ذیل میں حلق اور سینہ اور ان دونوں کے مخصوص امراض کی مختصر تشریح کی جاتی ہے۔

حلق (Throat) کے امراض

حلق عربی زبان کا لفظ ہے، اُردو زبان میں حلق کو گلے کے لفظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

حلق کی مختلف بیماریاں ہیں، یہ بیماریاں حلق کے آخر میں موجود لہات یعنی کوّے (Uvula) میں بھی ہوسکتی ہیں، اور حلق کی بیماریاں حلق میں کوّے یعنی لہات کے اندر کی جانب دائیں اور بائیں دونوں طرف موجود مشہور غدود یعنی لوزتین یا ٹانسلز (Tonsils) میں بھی ہوسکتی ہیں، اور بعض اوقات حلق کی بیماری حنجرہ (یعنی نرخرہ یا حلق کے سوراخ) سے نکلنے والی ہوا کی نالی یعنی قصبۃُ الرئیہ (Larynx) یا غذا کی نالی یعنی مری ء یا بلعوم (Pharynx) میں بھی ہوسکتی ہیں، اور بعض اوقات حلق کی بیماری تھائی رائیڈ (Thyroid) یا گلہڑ یا گوائٹر (Gioter) یا آواز کے بیٹھ جانے (Hoarseness of voice) کی شکل میں بھی ہوسکتی ہیں۔ [1]

---

[1] علمِ طب میں حلق سے مراد گردن کا سامنے والا حصہ ہے، حلق میں سے دو نالیاں نیچے سینے میں اُترتی ہیں، سامنے کی طرف ہوا کی نالی، اور اس کے پیچھے خوراک کی نالی ہے۔ ہوا یا سانس کی نالی کے سوراخ کو قصبۃُ الرئیہ (Larynx) جبکہ غذا کی نالی کے سوراخ کو بلعوم (Pharynx) کہتے ہیں، اگر نرم تالو کو غور سے دیکھیں تو اس میں ایک لحمی زائدہ لٹکا ہوا نظر آتا ہے، اس کو لہاۃ (Uvula) کہتے ہیں، عام لفظوں میں اسے کوا بھی کہا جاتا ہے، لہاۃ کے پہلو کی جانب قوس نما ساخت ہوتی ہے، جسے قوائم (Pillars) کہا جاتا ہے، ان میں سے ایک آگے ہوتا ہے، اور دوسرا پیچھے، ان دونوں کے دائیں بائیں جانب ایک ایک گلٹی بھی ہوتی ہے، اس گلٹی کو لوزہ (لوزتین) (Tonsils) کہتے ہیں (اناٹومی، والیم 2، برائے سالِ دوم، مصنفہ: پروفیسر خالد مبین خان، صفحہ 51و52)

مسیحُ الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب فرماتے ہیں:

یہ (یعنی گلے کا درد اور سانس لینے یا کوئی چیز نگلنے میں تکلیف ہونا) دراصل ایک شدید موذی اور مہلک ورم ہوتا ہے، جو کبھی مری (یعنی غذا کی نالی) کے عضلات (اور حصوں) میں اور کبھی حنجرہ (یعنی ہوا کی نالی) میں

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حلق کے امراض کی عمومی وجہ مریض کے مزاج کا سرد، یا خشک یا گرم ہونا ہے، اور اطباء کی ایک جماعت کے مطابق قسطُ البحری کا مزاج تَر ہے، جس کی وجہ سے حلق کے امراض کی مذکورہ تینوں وجوہات کا علاج قسطُ البحری میں ہے۔

مسیحُ الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب، حلق کے امراض کے اسباب ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حلق کی سوزش یا کوّا کرنا، گرد و غبار یا کسی خراش دار چیز کا حلق میں چلے جانا، سردی اور مرطوب ہوا میں رہنا، جسم میں خون یا صفراء کا زیادہ ہو جانا، نزلہ اور زکام کا ہو جانا۔

علامات: خفیف لرزے سے بخار ہو جاتا ہے، حلق میں خشکی اور کھرکھراہٹ معلوم ہوتی ہے، اور حلق میں گرانی اور درد کی شکایت ہو جاتی ہے، خراش ہو کر بار بار کھانسی آتی ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گلے میں کوئی چیز اٹکی ہوئی ہے، اس لئے مریض بار بار لب (یعنی لعاب) نگلنے کی کوشش کرتا ہے، لب (یعنی لعاب) نگلنے میں تکلیف معلوم ہوتی ہے، کھنکار کے ساتھ کبھی بلغم نکلتا ہے، منہ کا ذائقہ خون کی زیادتی میں میٹھا اور صفراء کی زیادتی میں کڑوا اور بلغم کی زیادتی میں پھیکا ہوتا ہے، اگر ورم کان کی اندرونی نالی کی طرف بڑھ جائے، تو مریض بہرہ ہو جاتا ہے، آواز بھرائی ہوئی یا بیٹھ جاتی ہے، اگر مرض شدید ہو تو بیرونی جانب بھی سرخی اور ورم معلوم ہوتا ہے، اور سانس رُک کر آتا ہے۔

علاج: اگر بخار شدید ہو، پیاس کی شدت ہو، حلق میں جلن اور سوزش معلوم ہوتی ہو، اور

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

پیدا ہوتا ہے، اگر مریض کو سانس لینے میں تکلیف معلوم ہو تو ورم حنجرہ (یعنی ہوا اور سانس کی نالی) میں اور اگر کسی چیز کے نگلنے میں تکلیف ہو تو، ورمِ مری (یعنی غذا کی نالی کا ورم) سمجھنا چاہئے۔ بعض دفعہ لوزتین کے یالُہات کے متورّم ہو جانے سے بھی یہ شکایت پیدا ہوتی ہے، مذکورہ بالا شکایات کو یونانی اطباء خناق کے نام سے موسوم کرتے ہیں، لیکن طبِ جدید میں ہر ایک کا علٰیحدہ علٰیحدہ بیان ہے، اسی وجہ سے ہر ایک علٰیحدہ اور خاص نام سے موسوم ہے، لیکن چونکہ علامات اور علاج تقریباً ان سب کے ایک ہی سے ہوتے ہیں، اس لئے ایک ہی بیان میں ان سب (امراض وعلامات) کو لے لیا گیا ہے (حاذق، صفحہ 188 تا 189، مصنفہ: مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب، مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ، کمپنی، ایم اے جناح روڈ، کراچی)

کرب و بے چینی ہو تو سمجھنا چاہئے کہ صفراء اور خون کی زیادتی ہے، ایسی حالت میں مریض اگر جوان ہو تو فصد سر کھلوائیں، اور بقدرِ طاقت مریض کا خون نکالیں، یا دونوں کانوں کے پیچھے اور گردن کے درمیان جونکیں لگوائیں، اور دوسرے روز بھی انہی تدابیر پر عمل کریں، زبان کے نیچے کی رَگ کی فصد بھی لینا خناق کی حالت میں مفید تدبیر ہے، لیکن ایسی رگوں کی فصد کسی لائق اور ہشیار جرّاح سے کرائیں، اور ابتداء میں پنڈلیوں اور دونوں شانوں کے درمیان یا ٹھوڑی کے نیچے سینگیاں لگوانا بھی بے حد مفید ہے، ....اگر (حلق کی تکلیف مزاج میں) سردی کی وجہ سے ہو تو گلے کو گلوبند سے ڈھانکیں، تاکہ سرد ہوا سے حفاظت رہے (حاذق، صفحہ 188 تا190، مصنفہ: مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب، مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ، کمپنی، ایم اے جناح روڈ، کراچی)

مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب نے حلق کے مذکورہ امراض اور اُن کے علاج کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے سر میں یا دونوں کانوں کے پیچھے اور گردن کے درمیان میں جونکیں یا سینگیاں لگوانے یا فصد کرانے کا بھی ذکر کیا ہے، جونکیں یا سینگیاں لگوانا دراصل ایک طریقۂ علاج ہے، جس کو طبی کتابوں میں حجامہ یا سینگھی لگوانے سے تعبیر کیا گیا ہے، اور احادیث میں بھی حجامہ کے طریقۂ علاج کے خاص فضائل بیان ہوئے ہیں۔

جن احادیث میں قُسطِ بحری کو بہترین دواؤں میں شمار کیا گیا ہے، اُن احادیث میں قُسطِ بحری کے ساتھ حجامہ کو بھی بہترین علاجوں میں شمار کیا گیا ہے، جیسا کہ قُسط کی گزشتہ قسطوں میں احادیث بیان ہوئی ہیں۔ [1]

نیز گردن کے پچھلی جانب دونوں طرف کے مقام کو جسے حدیث میں اخدعین کہا گیا ہے، اور دونوں کاندھوں کے درمیان گردن کے نیچے پانچویں مہرے کے مقام کو جسے حدیث میں کاہل کہا گیا ہے، ان تین مقامات پر حجامہ کرانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور ان مقامات پر حلق اور گلے کے

---

[1] إِنَّ أَمْثَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الحِجَامَةُ، وَالقُسْطُ البَحْرِيُّ (بخاری، رقم الحديث ٥٦٩٦، باب الحجامة من الداء، مسلم، رقم الحديث ٦٣"١٥٧٧"

عَلَيْكُمْ بِالْحِجَامَةِ، وَالْقُسْطِ الْبَحرِيِّ (مسند البزار، رقم الحديث ٣٠٢١)

www.idaraghufran.org

مختلف امراض جن میں کوّے (Uvula) کے ورم، لوزتین (Tonsils) کے ورم یا تھائی رائیڈ (Thyroid) یا گلہڑ یا گوائٹر (Gioter) آواز کے بیٹھ جانے (Hoarseness of voice) جیسے تکلیف دہ امراض میں حجامہ کرانا مفید ہے۔ [1]

گلے کے امراض میں علاج کے ساتھ غذائی پرہیز بھی ضروری ہوتا ہے، چنانچہ مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب لکھتے ہیں:

ترش اور بادی وثقیل چیزوں سے پرہیز کرائیں، نیز گوشت، گڑ، تیل اور گرم چیزوں سے بھی پرہیز رکھیں۔ نرم ہلکی اور زود ہضم غذا، آشِ جو، یا مونگ کی دال کا پانی یا گیہوں (یعنی گندم) کا پتلا دلیہ دیں، افاقہ کے بعد کدو، توری، پالک، خُرفہ (یعنی قلفہ یا گلفے "Purslane" کا ساگ) مونگ کی دال وغیرہ چپاتی سے دیں (حاذق، صفحہ 192، مصنفہ: مسیح الملک حافظ محمد اجمل خان صاحب، مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ، ایم اے جناح روڈ، کراچی، بتغیر) [2]

ڈاکٹر خالد غزنوی صاحب قسط کے ذیل میں حلق کے امراض ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

گلے کی دو بیماریاں اکثر اذیت کا باعث ہوتی ہیں، گلے کی خرابی اور لوزتین کی سوزش۔ قدرت نے زبان کے آخر میں گلے کے اندر دو سپاہی لوزتین کی صورت میں نصب کیے

---

[1] اِحْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَخْدَعَيْنِ، وَبَيْنَ الْكَتِفَيْنِ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٠٩١، ابنِ عباس، في حاشية مسند احمد: حسن لغيره)

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ عَلَى الْأَخْدَعَيْنِ وَعَلَى الْكَاهِلِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٢١٩١، عن انس، في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين)

كَانَ يَحْتَجِمُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا اِثْنَيْنِ فِي الْأَخْدَعَيْنِ وَوَاحِدًا فِي الْكَاهِلِ (السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث ١٩٥٣٣، جزء فيه أحاديث الحسن بن موسى الأشيب لأبي علي الحسن بن موسى الأشيب البغدادي، رقم الحديث ١٩)

هذا إسناد رجاله ثقات (إتحاف الخيرة المهرة للبوصيري، تحت رقم الحديث ٣٨٩٨)

[2] آشِ جو بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اچھی قسم کے موٹے جَو لے کر پانی میں پانچ چھ گھنٹے بھگو کر رکھیں، جب وہ پھول جائیں، تو ان کو اوکھلی میں کوٹ کر ان کا چھلکا اُتاریں، اور خشک کر کے رکھ لیں، جب ضرورت ہو، تو بقدرِ ضرورت جَو لے کر ایک کلو پانی میں ہلکی آنچ پر پکائیں، یہاں تک کہ پانی ایک پاؤ رہ جائے، اب اس پانی کو چھان لیں، اور اس میں تھوڑی چینی ملا کر ٹھنڈا کر کے پلائیں، اس کو مزے دار بنانے کے لئے اس میں تھوڑا لیموں کا رس ڈال سکتے ہیں، مٹھاس کے بدلے ہلکا نمک اور پسی ہوئی کالی مرچ بھی اس میں ڈالی جاسکتی ہیں (دیہاتی معالج، حصہ دوم، صفحہ 530، مصنفہ: حکیم محمد سعید، مطبوعہ: فضلی سنز، کراچی)

www.idaraghufran.org

ہیں، جراثیم اگر منہ کے اندر داخل ہوجائیں،تو یہ لوزتین ان کو روک دیتے ہیں،اس کوشش کے دوران وہ خود متورم ہوجاتے ہیں، گلے کی یہ سوزش بچوں میں بڑی عام ہے، کیونکہ ماں کا دودھ پینے کے دوران ماں کی جلد کے جراثیم ان کے منہ میں داخل ہوتے ہیں، پھر بازار کا دودھ پئیں،تو فیڈر اور نپل کے جراثیم، بچے کو چپ کروانے والی چوسنی، بچوں کا انگوٹھا چوسنا،اور آخر میں بڑوں کی محبت کی سزا، بچے کو پیار کرنے والے اکثر ان کے منہ میں اپنی گندی انگلیاں ڈالتے ہیں،جس سے گلے میں درد، بخار اور کھانسی ہوتے ہیں، بار بار کی سوزش کے بعد لوزتین میں پیپ پڑ جاتی ہے،اب بچہ مسلسل بیمار رہنے لگتا ہے، پرانی عورتیں ان بچوں کے گلوں کے اندر انگوٹھا ڈال کر لوزتین کو زور سے دباتی تھیں۔ [1] جس سے خون اور پیپ نکل کر گلا ٹھیک ہوجاتا تھا، اس کے بعد ان پر توے کی سیاہی یا کوئی گھٹی لگادی جاتی تھی،طبِ جدید میں وہ گلا جو سال بھر سے زیادہ عرصہ سے خراب ہو،اور بچے کو تین بار سے زیادہ بخار ہو چکا ہو،اس کا علاج یہ ہے کہ اپریشن کرکے لوزتین نکال دیئے جائیں۔

جب لوزتین نکل جاتے ہیں،تو گلے میں جراثیم کے خلاف رکاوٹ ختم ہوگئی،اس اپریشن کے بعد یہ بچہ آخر عمر تک ہمیشہ گلے کی خرابیوں اور کھانسی کا شکار رہتا ہے، کیونکہ اب جراثیم کو براہِ راست سانس کی نالیوں تک چلے جانے کی چھٹی مل گئی، .... اس بیماری میں مبتلا ہزاروں بچوں کو قسط کا سفوف صبح شام کھانے کے بعد دیا گیا، عام طور پر یہ بچے پندرہ دن میں بہتر ہونے لگتے ہیں، اور چھ ہفتوں میں مکمل شفایاب ہوجاتے ہیں، چند بچوں میں دیکھا گیا کہ بہتری کا سلسلہ ایک جگہ پر آ کر رُک گیا،اس کا حل ایک

---

[1] حدیث میں اس طرزِ عمل کو بچوں کے لئے عذاب قرار دیتے ہوئے،اس سے منع کیا گیا ہے۔
چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا تُعَذِّبُوا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَةِ، وَعَلَيْكُمْ بِالْقُسْطِ (بخاری، رقم الحدیث ٥٦٩٦، باب الحجامة من الداء، مسلم، رقم الحدیث ٦٣"١٥٧٧")

ترجمہ: تم اپنے بچوں کو عذرۃ کی بیماری میں (حلق کی) تکلیف کو دبا کر عذاب نہ دو، اور تمہارے اوپر قُسط کو استعمال کرنا لازم ہے (بخاری، مسلم)

www.idaraghufran.org

حدیث سے یوں سمجھ میں آیا کہ ان کو ورس اور قسط یا ورس یا قسط دی جائیں، چنانچہ جب قسط کے ساتھ ورس کی تھوڑی سی مقدار شامل کی گئی، تو ہر بچہ تندرست ہوگیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی پر توجہ دی جائے، تو اس سے ایک چیز واضح نظر آتی ہے کہ لوزتین کو نہ نکلوایا جائے، انہوں نے اس باب میں جس اعتماد کے ساتھ قسط کا ذکر فرمایا ہے، وہ اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ یہ دوائی بہرحال مفید اور مؤثر ہوگی، اور حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے (طبِ نبوی اور جدید سائنس، ج ا، ص، 236، مصنفہ: ڈاکٹر خالد غزنوی صاحب)

حدیث میں گلے کی تکلیف میں مبتلا بچہ کے لئے قسطِ بحری یعنی کُٹھ اور ورَس کو ایک ساتھ استعمال کرنے کا بھی ذکر ہے۔ [1]

ایسی صورت میں قسطِ بحری (یعنی کُٹھ شیریں) اور ورَس کو پانی کے ساتھ کھانا فائدہ مند ہوتا ہے۔ [2]

اس کے علاوہ حلق کی مزید تکلیفوں میں ''سنا مکی'' اور ''قسطِ شیریں'' دونوں کو پیس کر ان کے سفوف کو استعمال کرنا بھی انتہائی مفید پایا گیا ہے، اور سنا مکی اور قسطِ شیریں دونوں کے فضائل وفوائد احادیث میں کثرت سے بیان ہوئے ہیں۔ [3]

---

[1] أَنَّ امْرَأَةً جَائَتْ بِصَبِيٍّ لَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: افُقَأُ مِنْهُ الْعُذْرَةَ، فَقَالَ: تُحَرِّقُوا حُلُوقَ أَوْلَادِكُمْ خُذِي قُسْطًا هِنْدِيًّا وَوَرْسًا فَأَسْعِطِيهِ إِيَّاهُ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۴۵۷، عن جابر) قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

[2] ''ورَس'' سے مراد زعفران کی طرح کی ریشہ نما ایک چیز ہے، یہ ریشہ نما چیز ایک پودے کے پھل سے پختہ ہونے پر نکلتے ہیں، ان کو پیس لیا جاتا ہے، ورَس کپڑے یا داڑھی رنگنے کے کام بھی آتا ہے، یہ ریشے سُرخی مائل زرد رنگ کے ہوتے ہیں، ذائقہ میں قدرے تلخ اور مزاج کے اعتبار سے گرم خشک ہوتے ہیں، استعمال کے اعتبار سے ورَس اکثر زہروں کے لئے تریاق ہے (کتاب المفردات، مصنفہ: حکیم مظفر اعوان صاحب، صفحہ 504، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز پرائیویٹ لمیٹڈ)

[3] قال رسول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّم :إن في السنا والسنوت شفاء من كل داء (الطب النبوی، لابی نعیم الأصبهانی، رقم الحدیث ۱۷۸، عن انس)

ادارہ غفران میں قمری مہینوں کی 17، 19، اور 21 تاریخوں میں حجامہ کیا جاتا ہے۔
حجامہ کے لئے تشریف لانے والے حضرات مندرجہ ذیل فون نمبر پر وقت لے کر تشریف لائیں۔
حکیم مفتی محمد ناصر صاحب: 051-5507270 0333-5365830

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□......5/12/19/26/ذی الحجہ اور 3/و10 محرم بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□......7/14/21/28/ذی الحجہ اور 5 محرم بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس منعقد ہوتی رہیں۔

□......10/ذی الحجہ، بروز بدھ تا 21 ذی الحجہ، بمطابق 22/اگست تا 2/ستمبر 2018ء بروز اتوار، ادارہ کے تعلیمی شعبوں میں عید الاضحیٰ کی تعطیلات رہیں۔

□......10/ذی الحجہ، بمطابق 22/اگست 2018ء بروز بدھ مسجدِ غفران میں عید الاضحیٰ کی نماز صبح شروع وقت میں 5:50 بجے مفتی محمد رضوان صاحب نے پڑھائی، مسجد بلال (صادق آباد) میں ساڑھے چھ بجے مفتی محمد یونس صاحب نے اور مسجد نسیم میں سوا چھ بجے، بندہ محمد ناصر نے پڑھائی۔

□......ادارہ میں عید الاضحیٰ کی نماز کے فوراً بعد اجتماعی قربانیوں کے ذبیحے کا عمل شروع ہوا، جو پہلے دن عشاء تک اور دوسرے دن مغرب تک مسلسل جاری رہا، مجموعی طور پر 171 بڑے جانور ذبح ہوئے، اس سال دو قسم کے حصے درجِ ذیل نرخوں کے تھے:

ادنیٰ حصہ: 8500 روپے عام حصہ: 11000 روپے

افرادِ عملہ اجتماعی قربانیوں کی خدمات سے فراغت پر عید کے تیسرے دن صبح رخصت پر گئے، قاری رحمت اللہ صاحب تعطیلات میں ادارہ میں ہی رہے، اور فرائضِ مفوضہ سرانجام دیتے رہے۔

□...... 22 ذی الحجہ، بمطابق 3/ستمبر 2018ء، بروز پیر، ادارہ کے تمام شعبوں میں تعطیلات کے اختتام پر معمولات کا آغاز ہوا۔

□......19/ذی الحجہ بروز جمعہ مولانا طلحہ صاحب مع اہلیہ، سفرِ حج سے بحمد اللہ تعالیٰ واپس تشریف لائے۔

□......22/29/6 ذی الحجہ بروز پیر، بعد ظہر، ادارہ میں حکیم قاری محمد اقبال صاحب کا طبی لیکچر ہوا۔

□......30/ذی الحجہ بروز منگل بندہ محمد ناصر کے والدین اور بھائی وہمشیرہ صاحبان کی سفرِ حج سے بحمد اللہ تعالیٰ بعافیت واپسی ہوئی۔

Idara Ghufran

□......04/محرم/ ہفتہ، کو بوقتِ نو بجے صبح، ادارہ کے پڑوسی جناب شیر زمین صاحب کے جنازہ میں ادارہ کے متعدد ارکان نے شرکت کی، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

□......05/محرم/ بروز اتوار، بعد عشاء، حضرت مدیر صاحب ، جناب سہیل صاحب کے گھر (کرتار پورہ، راولپنڈی) میں عشائیہ پر مدعو تھے۔

□......20/ ذی الحجہ (یکم/ستمبر) بروز ہفتہ تعمیرِ پاکستان سکول میں فرسٹ ٹرم کے امتحانات کے لئے طلبہ/طالبات کے والدین کو سکول میں مدعو کر کے نظام الامتحانات (Date Sheet) فراہم کیا گیا، اور والدین کے ساتھ اُن کے بچوں سے متعلق مشاورت (Parents Teacher Meeting) ہوئی، اور 27ذی الحجہ 1439ھ تا 7محرم 1440ھ (بمطابق 8/تا 18 ستمبر) تک بحمداللہ تعالیٰ امتحانات کا سلسلہ جاری رہا۔

پروپرائیٹر: محمد اخلاق عباسی محمد نذران عباسی

نیو
عباسی چکن شاپ

ہمارے ہاں شیور و دیسی مرغی، صاف گوشت اور پوٹہ کلیجی
ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہے۔

نیز شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے لئے ہماری خدمات
حاصل کریں۔

دوکان نمبر H-919، حق نواز روڈ، گلاس فیکٹری چوک، راولپنڈی
موبائل: 0301-5642315---0300-5171243

اخبارِ عالم مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات،حادثات وتغیرات

12/اگست/2018ء/29/ذیقعدہ/1439ھ: پاکستان: مخصوص نشستوں کا نوٹیفکیشن جاری، تحریک انصاف158نمبروں کے ساتھ آگے،ن لیگ82نمبروں کے ساتھ دوسرے اور پیپلز پارٹی53نمبروں کے ساتھ تیسرے نمبر پر 14/اگست: پاکستان: سندھ،خیبر پختونخوا، بلوچستان اسمبلیوں کے افتتاحی اجلاس، نومنتخب ارکانِ اسمبلی نے حلف اٹھالیا 15/اگست: پاکستان: 71واں یومِ آزادی،قومی اتحاد و جذبے کا شاندار مظاہرہ، چین، برطانیہ، بنگلہ دیش سمیت دیگر ممالک کے سفارتخانوں میں بھی یومِ آزادی کی خصوصی تقریبات 16/اگست: پاکستان: سپریم کورٹ، الیکشن کمیشن کو ای ووٹنگ کے قواعد وضوابط بنانے کا حکم ☎ قومی اسمبلی،اسد قیصر اسپیکر،قاسم سوری ڈپٹی اسپیکر منتخب 17/اگست: پاکستان: قرضہ معافی کیس،سپریم کورٹ کا75فیصد رقم نہ دینے والوں کی جائیدادیں ضبط کرنے کا حکم 18/اگست: پاکستان: عمران خان وزیر اعظم منتخب، پاکستان اسلامی فلاحی ریاست بنانے کا اعلان ☎ مراد علی شاہ سندھ،محمود خان خیبر پختونخوا، جام کمال بلوچستان کے وزیرِ اعلیٰ منتخب 19/اگست: پاکستان: نومنتخب وزیرِ اعظم نے حلف اٹھالیا، 20رکنی وفاقی کابینہ کی منظوری ☎ سعودی عرب،مناسکِ حج کا آغاز،عازمینِ حج کی آج منیٰ روانگی 20/اگست: پاکستان: گستاخانہ خاکوں کے خلاف شہر شہر احتجاج، پنجاب اسمبلی میں قرار دادِ مذمت منظور ☎ عثمان بزدار 186ووٹ لے کر کامیاب، وزیرِ اعلیٰ پنجاب منتخب،حمزہ شہباز نے159ووٹ لیے 21/اگست: غلافِ کعبہ تبدیل، نیا غلافِ کعبہ20لاکھ ریال کی لاگت سے تعمیر ہوا 22/اگست: پاکستان: نواز شریف اور مریم نواز کا نام ای سی ایل میں ڈال دیا گیا، تاحکمِ ثانی ملک سے باہر نہیں جاسکیں گے ☎ سعودی عرب: دنیا بھر کے 20لاکھ فرزندانِ اسلام نے فریضہ حج ادا کردیا، رات مزدلفہ میں گزارنے کے بعد، رمی کی اور قربانی کی، اور احرام کھول دیئے 25/اگست: پاکستان: وزیرِ اعظم عمران خان کے زیرِ صدارت وفاقی کابینہ کے اجلاس میں اہم فیصلے، تمام صوابدیدی فنڈ ختم، وزیرِ اعظم کے خصوصی جہاز استعمال کرنے پر پابندی، ہفتے کی چھٹی برقرار، جمعے کی آدھی چھٹی بھی ختم، جمعہ کی نماز کے بعد افسران اور ملازمین واپس آئیں گے، کام کے اوقات صبح9تا5بجے ہوں گے 27/اگست: پاکستان: کے پی15، پنجاب کی23رکنی کابینہ کا اعلان، علیم خان اور محمد عاطف سینئر وزراء ہوں گے 28/اگست: پاکستان: گورنر سندھ، پنجاب و بلوچستان کابینہ نے حلف اٹھالیا 29/اگست: نیویارک: مسلمانوں کا قتلِ عام، عالمی تفتیشی کمیشن کی برمی فوج کے سربراہ کے ٹرائل کی

سفارش، روہنگیا مسلمانوں کے خلاف انسانیت سوز مظالم کی رپورٹ سلامتی کونسل میں پیش، برمی فوج سنگین جرائم میں ملوث قرار ✍ 30/ اگست: پاکستان: صدرِ پاکستان انتخاب، مولانا فضل الرحمٰن، اعتزاز حسن اور عارف علوی کے کاغذات منظور ✍ 31/ اگست: پاکستان: گستاخانہ خاکوں کے خلاف مقابلہ منسوخ، ہالینڈ حکومت نے حکم نامہ جاری کر دیا، دنیا بھر کے مسلمانوں کا احتجاج کامیاب، حکم پاکستان میں مسلمانوں کے شدید احتجاج کے باعث جاری کیا گیا، امریکی نیوز ایجنسی ✍ یکم/ستمبر: پاکستان: پیٹرول 2.41، ہائی اسپیڈ ڈیزل 6.35 روپے سستا اوور سیز پاکستانیوں کو ووٹ ڈالنے کا حق مل گیا، ضمنی انتخاب میں آن لائن ووٹ کاسٹ کر سکیں گے، پاسپورٹ ای میل ایڈریس لازمی ہوگا ✍ 3/ستمبر: پاکستان: ٹیکس ادائیگی میں سندھ پنجاب سے بازی لے گیا، گزشتہ 4 سال میں سندھ نے 17 کھرب، 83 ارب 85 کروڑ، پنجاب نے 11 کھرب 37 ارب ٹیکس ادا کیا ✍ 4/ستمبر: پاکستان: اقتصادی رابطہ کمیٹی کا اجلاس، بجلی 2 روپے مہنگی، نادہندگان کے کنکشن کاٹ دینے کا فیصلہ ✍ 5/ستمبر: پاکستان: عارف علوی ملک کے 13 ویں صدر منتخب ✍ 6/ستمبر: پاکستان: امریکی وزیرِ خارجہ کی پاکستان آمد، سیاسی و عسکری قیادت سے ملاقاتیں، دفتر خارجہ میں وفود کی سطح پر اجلاس، امریکا کا ہر مطالبہ پورا نہیں کر سکتے، پاکستان کا دوٹوک جواب ✍ 7/ستمبر: پاکستان: ملک بھر میں یومِ دفاعِ پاکستان ملی جوش وجذبے سے منایا گیا، شہداءِ وطن کو قوم کا شایانِ شان خراجِ عقیدت ✍ 9/ستمبر: پاکستان: پنجاب کے سرکاری اداروں میں چٹ سسٹم ختم، ادارہ انسدادِ بدعنوانی اور پولیس میں اصلاحات کا فیصلہ ✍ 10/ستمبر: پاکستان: صدر ممنون حسین کی مدتِ صدارت ختم، صدر عارف علوی نے حلف اٹھالیا ✍ 11/ستمبر: پاکستان: کراچی، اسٹیٹ بینک نے 5 ہزار کے نوٹوں کی بندش کی تردید کر دی ✍ 12/ستمبر: پاکستان: سابق خاتونِ اول، میاں محمد نواز شریف کی اہلیہ بیگم کلثوم نواز انتقال کر گئیں، کینسر کے مرض میں مبتلا تھیں ✍ 13/ستمبر: پاکستان: پنجاب کابینہ کے مزید 12 وزراء نے حلف اٹھالیا ✍ 14/ستمبر: پاکستان: حکومت کا سی پیک منصوبہ ہر صورت میں مکمل کرنے کا اعلان ✍ 15/ستمبر: پاکستان: بیگم کلثوم نواز جاتی امرا میں سپردِ خاک، نمازِ جنازہ میں ہزاروں افراد کی شرکت ✍ 17/ستمبر: پاکستان: سپریم کورٹ، مہنگے علاج پر پابندی، خلافِ قانون قائم نجی ہسپتالوں کو گرانے کا حکم ✍ 18/ستمبر: پاکستان: گیس 10 سے 143 فیصد مہنگی، ایل پی جی پر ٹیکسز ختم، جی ایس ٹی عائد ✍ 19/ستمبر: پاکستان: سگریٹ، موبائل فون بڑی گاڑیاں، ہزاروں درآمدی اشیاء مہنگی، مختلف اشیاء پر درآمد ڈیوٹی بڑھانے کی تجویز، اسد عمر، منی بجٹ پیش ✍ 20/ستمبر: پاکستان: اسلام آباد ہائیکورٹ، سابق وزیرِ اعظم میاں نواز شریف، مریم نواز، کیپٹن صفدر، سزائیں معطل، اڈیالہ جیل سے رہا۔

لذیذہ مرغ پلاؤ®

Laziza Murgh Pulao®

Laziza Murgh Pulao®

لذیذہ مرغ پلاؤ®

Murgh Pulao

Pulao Kabab

برانچ:

چوک آفندی کالونی،صادق آباد،راولپنڈی

051-8489611

0300-9877045

برانچ: النور پلازہ،نزدشیل پٹرول پمپ،مین اڈیالہ روڈ،راولپنڈی

051-8772884 0334-8082229

برانچ: جامع مسجد روڈ،پل شاہ نذر،راولپنڈی

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ، أَوْ إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ (ترمذی)

ترجمہ:تم جس چیز سے(بیماریوں کی)دواءوعلاج کرتے ہو،اُس میں افضل چیز حجامہ ہے،یا یہ فرمایا کہ تمہاری دواؤں میں سب سے بہتر دواء حجامہ ہے(ترمذی،بخاری،مسلم)

سنت بھی علاج بھی

الحجامہ کلینک

ان بیماریوں کا بہترین علاج

پچھنے لگوانے میں روحانی وجسمانی دونوں بیماریوں کی شفا ہے

- جسم کا درد
- ڈپریشن
- ہائی بلڈ پریشر
- عرق النساء
- بواسیر
- موٹاپا
- گھنٹیا
- یرقان
- دردِ شقیقہ
- بانجھ پن
- ہارمونز کا مسئلہ
- یورک ایسڈ
- معدہ
- شوگر
- جوڑوں کا درد
- جسم کا سُن ہوجانا
- کولیسٹرول

اس کے علاوہ 72 بیماریوں کا علاج

علاج برائے خواتین

مسز عمران رشید (Cupping Therapist)

Diploma Holded of Cupping Therapy(Hijamah)

Executive Member : Hijamh Aps Fourm

مکان نمبرNE-786،ڈاک خانہ ٹیوب ویل والی گلی نمبر4،ڈھوک فرمان علی،راولپنڈی۔

فون نمبر: 0321-5349001-0331-5534900

علاج برائے مرد حضرات

شہر یار صاحب

فیز8،بحریہ ٹاؤن،راولپنڈی فون 0313-9524191

زیرِ انتظام

عمران رشید،ڈھوک فرمان علی،راولپنڈی ۔فون 0333-5187568

Shaikh Ahsan
0314-5165152

Shaikh M. Usman
0321-5593837

Classic Electronics

Deals in :Computer Networking,
Cable & Accessories

TP-LINK
The Reliable Choice
Authorized Dealer in Pakistan

CISCO
UBIQUITI NETWORKS
D-Link Building Networks for People
Baynet Advance Network Products
MikroTik
netis
Tenda
BAYLAN
TOTO LINK The Smartest Network Device

Shop # 3,G/F, TM Plaza
D.A.V. College Road,Rawalpindi
Tell: 051-5775571-2. Cell: 0314-5165152

پاکستان میں پہلی بار%100 تازہ زیتون

فطرت سے ہم آہنگ

Olive Fresh Olive

Olive Fresh Extra Virgin Olive Oil

بوتلوں اور ٹین کے ڈبوں کے پیک شدہ زیتون کے مقابلہ میں تازہ زیتون

Olive Fresh Olive پاکستان میں پہلی کمپنی ہے، جس کے پاس تازترین زیتون کو نمکین پانی (Brine) میں محفوظ کرنے کی مکمل مہارت اور تجربہ موجود ہے، جس کی وجہ سے اس کی وہی زبردست قدرت ذائقہ اور اشتہا انگیز مہک برقرار رہتی ہے، جو ایک تازہ زیتون کی خاصیت ہے۔

پاکستان میں پہلی مرتبہ Olive Fresh اپنی جدید ترین پیکنگ، ٹیکنالوجی اور تیز ترین ذرائع نقل وحمل کی بدولت ایسے زیتون فروخت کے لئے پیش کررہا ہے، جنہیں کسی "پاسچرائزیشن" (Pasteurisation) اور "اسٹریلائزیشن" (Sterilisation) کی ضرورت نہیں، آپ کسی مصنوعی عمل اور گھٹیا معیار کے تیل کے بجائے قدرت کے بہترین ذائقوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

Olive Fresh کے ساتھ Extra Virgin Olive Oil سے ہی لطف اٹھائیں، جو کہ زیتون کے پھل کا قدرتی جز ہے، اور اس کی قیمت بھی وہی ہے، جو دیگر بوتلوں اور ٹین کے ڈبوں میں پیک کیئے گئے زیتون کی ہے۔

مزید انتظار مت کیجئے، اور Olive Fresh کی قدرتی تازگی سے بھرپور لطف اٹھائیں۔

D-111.(old NW193)

Haidhary Chowk Satellite Town Rawalpindi

0300-5114231--0310-5114231--051-4842085

مدیر: باباجی عبدالشکور

راولپنڈی کا سب سے بڑا اور پرانا کتب خانہ

کتب خانہ رشیدیہ

ہمارے ہاں ہر قسم کی دینی کتب

قرآن پاک تفاسیر

احادیث فقہ

تاریخ اصلاحی کتب

درسی کتب اور شروحات

اور بیروت کی کتب

دستیاب ہیں

کتب خانہ اپنی پرانی جگہ (دارالعلوم تعلیم القرآن، مدینہ مارکیٹ) منتقل ہوگیا ہے

راجہ بازار مدینہ مارکیٹ راولپنڈی

فون: 051-5771798 0321-5879002